بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دار العلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

الحق

ماہنامہ

جمادی الاول ۱۴۲۵ھ جولائی ۲۰۰۴ء

مدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جوکہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7-01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5-17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 721

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر 39
شمارہ نمبر 10
جمادی الاول ۱۴۲۵ھ
جولائی ۲۰۰۴ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی
ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: اسرائیلی دیوار، جارحیت اور نفرت کی نشانی۔ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ اور حضرت مولانا نذیر احمدؒ کے سانحات ارتحال۔ حضرت مولانا پیر عبدالسلامؒ کی جدائی	راشد الحق سمیع	۲
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال۔ (درس ترمذی)	مولانا سمیع الحق صاحب	۶
فکر آخرت	مولانا محمد انوار الحق صاحب	۱۳
"صلیبی دہشگردی اور عالم اسلام" لاہور کی تقریب رونمائی کی رپورٹ	مولانا عرفان الحق	۱۶
روداد دو روزہ بین الاقوامی سیمینار مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	ڈاکٹر محمود الحسن عارف	۲۹
اسلام مذہب رواداری یا دہشت گردی وانتہا پسندی؟	مولانا ڈاکٹر اکرام اللہ جان	۴۲
متحدہ مجلس عمل ایک نیا مرحلہِ شوق	جناب عرفان صدیقی	۴۹
سادات اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے کی شرعی حیثیت	مفتی مختار اللہ حقانی	۵۲
سرخیِ خونِ شہیداں شامزئیؒ (نظم)	حافظ محمد ابراہیم فانی	۵۹
تبصرہ کتب	مدیر کے قلم سے	۶۰

نوٹ: ادارے کا مضمون نگار حضرات کے خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

راشد الحق سمیع حقانی

اسرائیلی دیوار
جارحیت اور نفرت کی نشانی

اسرائیل اور امریکہ دو ایسے ممالک ہیں جن کی ظالمانہ پالیسیوں اور جارحانہ عزائم کی بدولت آج پورا قطعہ ارض جلتی دوزخ کا منظر پیش کر رہا ہے۔ دن بدن ان کے منفی اقدامات اور ظالمانہ ہتھکنڈے آشکارا ہوتے جارہے ہیں۔اسرائیل جس کا وجود ہی ناجائز ہے۔ برطانوی استعمار کی چھتری کے نیچے اس کی پیدائش اور پرورش ہوئی۔اس کے عزائم اور نظریات ابتداء ہی سے استعماریت اور ناجائز تسلط پر مبنی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ عالمی دہشت گرد استعماری قوتوں نے اس کو خوب پنپنے اور پھولنے دیا۔ پھر امریکی حکومت نے تو اس کی اندھی تائید وحمایت کے ریکارڈ ہی توڑ ڈالے اور اس کے ہر منفی اقدام اور ہر طرح کی ظالمانہ کاروائیوں کو ہمیشہ سند جواز مہیا کیا اور اس کے خلاف سلامتی کونسل کی تمام مذمتی قراردادوں کو ڈنکے کی چوٹ سے ویٹو قرار دیا۔ چنانچہ اس ناروا سرپرستی کی بدولت اسرائیل دن بدن عالمی بدمعاش کی حیثیت اختیار کرتا جارہا ہے اور کئی مسلم ممالک کو یہ دھمکیاں بھی دے رہا ہے۔اور اب اس نے کچھ عرصہ سے ٹارگٹ کلنگ کا باقاعدہ آغاز کیا اور کئی آزادی کے نامور پروانوں کو خونِ ناحق میں اب تک ڈبو دیا ہے۔اسی طرح اس نے فلسطینیوں کے گھر مسمار کرنے کی بھی تحریک شروع کر رکھی ہے' اور آئے روز کسی نہ کسی معصوم کے نشیمن بزور طاقت و شمشیر تہس نہس کئے جارہے ہیں۔اس کے علاوہ آئے روز کے بے گناہ شہریوں کا خون بہانا تو اسکا روزانہ کا معمول ہے۔جس کو دیکھ دیکھ کر اب مسلمانوں کی آنکھ میں نہ تو نمی آتی ہے اور نہ دل میں کوئی چنگاری وحرارت بھڑکتی ہے۔

لیکن اب صورتحال مزید خطرناک ہوگئی ہے اور درندہ صفت ایرل شیرون نے تو حد ہی کردی ہے اس نے تمام بین الاقوامی معاہدوں اور قوانین کو پس پشت ڈال کر فلسطینیوں کی زمینوں پر مستقل قبضے اور اپنے ناجائز تسلط کو دوام دینے کی خاطر ایک انتہائی خطرناک منصوبے کا آغاز کردیا ہے۔ یہ ایک طویل دیوار کی تعمیر ہے۔جس کی لمبائی ۶۵۰ کلومیٹر اور اس کی بلندی ۲۵ فٹ ہے۔جس کے ذریعے اس نے لاکھوں فلسطینیوں کو اپنی زمینوں اور معاش کی ضرورتوں سے محروم کردیا ہے۔ان کے گھر کے صحن کے اندر بڑی دیوار قائم کردی ہے اب وہ اپنے ہی علاقے اور گھر میں محصور اور اجنبی بن کر رہ گئے ہیں۔سارا فلسطین پورا عالم عرب اور تمام دنیا کی مہذب اقوام اس نئی ''دیوار برلن'' کے کھڑے ہونے پر سیخ پا ہیں' لیکن امریکہ پھر ظالم اسرائیلیوں کے ہمراہ کھڑا نظر آرہا ہے۔ چنانچہ اس صورتحال کے پیش نظر یہ کیس عالمی عدالت انصاف کے ہاں پیش کیا گیا' اگرچہ حسب سابق' حسب دستور اور عالمی حالات کے پیش نظر کسی کو بھی یہ توقع نہیں تھی کہ عالمی عدالت مسلمانوں کے حق میں فیصلہ کرے گی۔ بہرحال عالمی عدالت نے ایک تاریخی فیصلہ فلسطینیوں کے حق میں صادر کیا اور اپنے فیصلہ میں اسرائیل کے اس ظالمانہ اقدام کی بھرپور مذمت کی اور یوں فلسطینیوں کو بظاہر ''بتوں'' سے بھی کچھ ''فیض'' حاصل ہو ہی گیا۔اسے کہتے ہیں کہ ع کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے

عالمی عدالت انصاف نے اپنے فیصلہ میں کہا ہے کہ مقبوضہ فلسطینی علاقے میں یہودی آباد کاروں کی بستیاں' عالمی قانون کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہیں' وہاں دیوار کی تعمیر کرانے والی اسرائیلی حکومت نے ایک ایسا قضیہ کھڑا کر دیا ہے جو حالات کی مستقل سنگینی کا سبب بنے گا۔ یہ دیوار تعمیر کر کے اسرائیل نے فلسطینیوں کے حق خود ارادیت اور آزادی سلب کرنے کی کوشش کی ہے اس دیوار کو گرانا اور فلسطینیوں کے حقوق کا احترام کرنا اسرائیل پر لازم ہے۔ اسطرح عدالت نے مزید کہا ہے کہ اسرائیل ۱۹۶۷ء سے عالمی قوانین کی مسلسل خلاف ورزی کر رہا ہے' اور اس نے فلسطینیوں کی زمینوں پر نہ صرف قبضہ کیا ہوا ہے بلکہ مقبوضہ بیت المقدس کی حیثیت کو تبدیل کرنے کیلئے مسلسل غیر قانونی اقدامات کر رہا ہے' لہٰذا ذاتی دفاع یا نظریہ ضرورت کے تحت اسرائیل کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ غلط اقدامات اٹھائے اور دیواریں تعمیر کر کے دوسروں کے حقوق غصب کرے۔ اسرائیل کے یہ تمام اقدامات عالمی قوانین سے سراسر متصادم ہیں۔ اسی طرح مظلوم فلسطینیوں کی اللہ تعالیٰ نے یوں بھی نصرت فرمائی کہ اسرائیل کی عدالت عالیہ سپریم کورٹ سے بھی اس متنازعہ دیوار کے خلاف فیصلہ دے دیا جو کہ بہت بڑی بات ہے۔ اسرائیلی عدالت نے اپنے فیصلہ میں کہا ہے کہ یہ دیوار تعمیر کر کے اسرائیلی سیکورٹی فورسز فلسطینیوں کے بنیادی انسانی حقوق غصب کر رہی ہیں اور اگرچہ اسرائیلیوں کیلئے متبادل راستے نسبتاً غیر محفوظ ہیں لیکن انکی حفاظت کیلئے فلسطینیوں کے حقوق کو غصب کرنے کی اجازت کسی بھی طور پر نہیں دی جا سکتی۔ یہ دونوں تاریخی فیصلے وزیر اعظم ایرل شیرون اور صدر بش کیلئے ذلت و رسوائی اور جگ ہنسائی کا باعث بن گئے ہیں اور ان دونوں فیصلوں سے مظلوم فلسطینیوں کو ایک نئی روح اور ایک نیا حوصلہ ملا ہے۔ اسی طرح اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان' جنرل اسمبلی نے بھی اسرائیلی دیوار کی بھرپور مزمت کی ہے اور عالمی عدالت کے فیصلے کی تائید و حمایت کی ہے۔ اسکے علاوہ یورپی یونین نے بھی عالمی عدالت کے فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے اور اسرائیل سے کہا ہے کہ وہ یہ دیوار گرا دے یورپ میں فرانس کچھ عرصے سے زیادہ فعال کردار ادا کر رہا ہے اور اس دیوار کے خلاف بھی یہ سب سے پیش پیش ہے۔ جس سے یہ امر واضح ہوتا جا رہا ہے کہ آخر مغرب اور دیگر مسلم دشمن قوتیں بھی حق کا ساتھ دینے کیلئے آہستہ آہستہ جاگ رہی ہیں۔ خدا کرے کہ اب اقوام متحدہ اور عالمی عدالت اس جارحانہ اقدام یعنی دیوار کی تعمیر کو روکے اور اسرائیل کیخلاف عملی اقدامات اٹھائے۔ تب ہی کہیں معلوم ہوگا کہ انصاف اور عالمی قوانین تمام مذاہب کیلئے یکساں ہیں۔ اور اقوام متحدہ اسرائیل کے خلاف ایسی ہی کاروائیاں کرے جیسا کہ ماضی میں مظلوم افغانستان اور دیگر مسلم ممالک کے خلاف اس نے کیں۔ ورنہ اس دیوار کے تلے ہمیشہ عدل و انصاف سسکتا رہے گا۔

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمدؒ کے سانحات ارتحال

چند ماہ سے دینی حلقے اور خصوصاً اہل مدارس مسلسل حادثات کی زد میں ہیں' ان چند ماہ میں ملک و ملت کی بڑی بڑی ہستیاں یکے بعد دیگرے ہم سے ہمیشہ کیلئے بچھڑ گئیں۔ یقیناً یہ اہل علم اور اہل پاکستان کے لئے عام الحزن

(یعنی غم کا سال) ہے۔ کیسے کیسے آفتاب و مہتاب ہمیشہ کیلئے ڈھل گئے۔ مسندِ علم و عرفان کی رونقیں دن بدن ویران ہوتی چلی جارہی ہیں۔ طوفان اجل ہے جو کسی طور پر تھمنے کا نام نہیں لے رہا اس نے ایک ایک کر کے سارے پرانے چراغ گل کردیئے ہیں' اندھیرا ہے جو بڑھتا چلا جارہا ہے۔ روشنی اور نور کے مینار ایسے میں کوئی کہاں سے لائے؟ کاش کہ یہ جنسِ نایاب بازاروں یا دنیا کے کارخانوں میں ملتی؟ ایسی ہستیاں تو آسمان صدیوں میں زمین کی خاک چھان کر تلاش کرتے ہیں۔ لیکن کتنی آسانی سے دستِ اجل ہم سے چھین لیتے ہیں۔ الغرض قحط الرجال کے اس ماتمی دور میں دو اور جلیل القدر ہستیاں ہم سے ہمیشہ کے لئے اٹھ گئیں۔ ۲۷ جون ۲۰۰۴ء کو ملک کے نامور عالم دین اور قافلہ ختم نبوت کے سالارِ اعظم حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ بھی ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحبؒ فرقہ قادیانیت کے لئے صاعقۃ الموت کی حیثیت رکھتے تھے۔ موجودہ عہد میں انہوں نے تن تنہا جتنا ختم نبوت کی تحریک کے لئے کام کیا وہ شاید آئندہ صدیوں میں ادارے بھی نہ کرسکیں گے۔ ان کی زندگی کا مقصد' اوڑھنا بچھونا اور جینا ومرنا باطل فرقے قادیانیت کی سرکوبی اور حضرت محمد ﷺ کے ناموس اور ان کے دین کے غلبے اور احیاء کے لئے تھا۔ آپ کو زندگی بھر اسی مقصد کی لگن تھی' آپ نے اسی راہ وفا میں بڑی بڑی صعوبتیں اٹھائیں اور ایسی ایسی مشکلات و پابندیوں کا مقابلہ کیا کہ اس کا تصور بھی محال ہے۔ آپ نے نظریاتی' فکری' دعوتی اور سیاسی میدانوں میں قادیانیت کے خلاف ہر محاذ پر بہادر جرنیل اور مردِ دلیر کا مظاہرہ کیا اور ہر میدان میں انہیں شکست فاش دی۔ آپ عملاً ۱۹۵۱ء ہی سے تحریک ختم نبوت سے وابستہ ہوگئے تھے اور پھر تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی معرکۃ الاراء تحریک میں آپ شعلہ جوالا بن گئے اور عشق رسول میں ایسے ڈوب گئے کہ زندگی بھر یہی آپکا محور ٹھہر گیا۔ ناموس رسالتؐ پر جب بھی کسی طرف سے میلی آنکھ پڑتی یا قادیانیوں کی طرف سے کوئی نازیبا حرکت ہوتی تو آپ عقاب بن کر اس پر ٹوٹ پڑتے' زندگی مرزائیوں کی بیخ کنی میں صرف کی۔ مناظروں سے لے کر علمی مباحث اور تحقیقی لٹریچر کے محاذ تک آپ نے انکے دانت کھٹے کئے۔ سیاسی میدان میں آپ نے جمعیت علماء اسلام (س) کا زندگی بھر ساتھ دیا۔ تین بار جمعیت علماء اسلام کے صوبائی ممبر منتخب ہوئے اور پنجاب اسمبلی میں تحریک ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام کا موقف ڈنکے کی چوٹ پر آپ نے پیش کیا۔ کافی عرصے سے آپ صاحبِ فراش تھے۔ لیکن پھر بھی آپ اپنے مقصد کی لگن میں بے چین رہتے' حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ جو وزارت مذہبی امور کے چیئرمین ہیں سے قادیانیوں کے شناختی کارڈز اور دیگر اہم امور و مسائل پر مسلسل رابطے میں تھے' اور حضرت مولانا مدظلہ نے آپ سے فرمایا تھا کہ آپکی طبیعت تھوڑی سنبھل جائے تو آپ کو کمیٹی کے اجلاس میں بلا کر آپ کو اپنا موقف پیش کرنے کا موقع دیں گے اور اس سلسلے میں وزارت مذہبی امور بھرپور کردار ادا کرے گی اور مل کر اس حساس مسئلے کا دیرپا حل نکالیں گے۔ لیکن کاتب تقدیر کے فیصلے کو کون روک سکتا ہے۔ آخر یہ عاشق رسول جو زندگی بھر ناموس رسالتؐ کے تحفظ کی خاطر جدوجہد کرتا رہا' سرخرو اور کامیاب ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور شاداں و فرحاں پہنچ گیا۔ عجب نہیں کہ حضور پاک ﷺ اور ملائکہ نے آپ کا خلدِ بریں میں پرتپاک استقبال کیا ہوگا۔ رحمته الله عليه رحمة و اسعته اس صدمے کی

ابھی گونج فضاؤں میں جاری تھی کہ چند روز بعد یعنی ۳ جولائی کو پاکستان کے عالم بے بدل شیخ الحدیث مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد حضرت مولانا نذیر احمدؒ بھی رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولاناؒ کا شمار پاکستان کے علماء ومشائخ اور انتہائی پرہیزگار اور ذہین افراد میں ہوتا تھا۔ آپ انتہائی سادہ مگر پروقار شخصیت کے مالک تھے اور اس کیساتھ ساتھ آپ متعدد صفات سے متصف تھے۔ جامعہ خیر المدارس ملتان سے آپ نے فراغت حاصل کی۔ پھر کچھ عرصہ آپ نے وہیں درس وتدریس کی اور خدا نے آپ کو تدریس اور نظم ونسق کا شاندار ملکہ عطا فرمایا تھا۔ پھر کچھ عرصے بعد آپ نے ۱۹۸۳ء میں جامعہ امدادیہ فیصل آباد کی بنیاد رکھی اور دیکھتے ہی دیکھتے آپکا جامعہ چند سالوں میں ترقی کی منازل طے کرتا ہوا پاکستان اور پنجاب کے صف اول کے مدارس میں شامل ہوگیا۔ آپ کے قائم کردہ جامعہ کے نظم ونسق کی شہرت آج پورے پاکستان میں مثالی ہے' یہ آپ ہی کی انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ آپ انجمن صیانۃ المسلمین کے مرکزی عہدیدار بھی تھے اور اسکے ساتھ ساتھ وفاق المدارس عربیہ کے بھی خصوصی سرپرست تھے۔ آپ نے دینی مدارس کی ترقی اور اس کے تحفظ کے لئے زندگی بھر بھرپور جدوجہد کی۔ کچھ عرصہ سے آپ مختلف بیماریوں کی زد میں تھے۔ آخرکار یہ راہ حق کا مسافر بھی کاروانِ آخرت کا ہمسفر بن گیا۔ اور اس دائمی اور ابدی منزل پر ایسی حالت میں پہنچے کہ خداوند تعالیٰ آپ سے راضی ہوگئے اور آپ خداوند تعالیٰ سے۔ اللہ تعالیٰ آپکے پسماندگان اور صاحبزادگان اور مدرسہ کے جملہ اساتذہ اور طلبہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ دارالعلوم حقانیہ' جامعہ امدادیہ کے ساتھ اس غم میں برابر کا شریک ہے۔

حضرت مولانا پیر عبدالسلامؒ کی جدائی

صوبہ سرحد اور ضلع نوشہرہ کی ایک بہت بڑی روحانی وعلمی شخصیت حضرت مولانا پیر عبدالسلام صاحبؒ بھی گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے' انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ ہمارے علاقے کے معروف گاؤں پیر سباق کے رہنے والے تھے۔ آپکی شخصیت میں انتہائی سادگی اور تواضع تھی۔ پورے صوبہ سرحد اور خصوصاً ضلع نوشہرہ میں آپ کا ایک بڑا حلقہ ارادت تھا۔ دعوت واصلاح' تصوف واحسان اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں اس پیرِ خدامست نے زندگی صرف کردی تھی' آپ انتہائی باکمال شخصیت کے مالک تھے اور آپ کی ذات میں بلا کی کشش تھی' اچھے خاصے پڑھے لکھے اور دنیادار طبقہ جو بھی آپ سے ایک بار ملتا آپ ہی کا ہو جاتا۔ ہمارے علاقے میں آپکے سانحہ ارتحال سے ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو چکا ہے' سچے علماء ومشائخ ہی ہمارے معاشرے کے آفتاب ومہتاب ہیں۔ پے در پے ان نایاب گوہروں کا ہم سے چھن جانا ایک بہت بڑے طوفان اور بحران کی غمازی کر رہا ہے۔ ہمیں اپنے بچے کھچے علماء اور مشائخ کی قدر کرنی چاہیے' حضرت پیر صاحبؒ کا جنازہ بھی بڑی تاریخی اہمیت کا حامل تھا' ہزاروں کا مجمع اور انسانوں کا ایک سمندر اُمڈ آیا تھا۔ جنازے کے موقع پر حضرت پیر صاحب کی برکات وکرامات سب لوگوں کے سامنے آشکارا ہوگئیں۔ آپکے دونوں صاحبزادگان جامعہ حقانیہ سے فارغ التحصیل ہیں۔ ادارہ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

درس ترمذی شریفؒ
افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

بچوں کے ساتھ رحمت اور شفقت کا بیان

حدثنا ابوبکر محمد بن آبان ثنا محمد بن فضیل عن محمد بن اسحاق عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده قال : قال رسول الله ﷺ : لیس منا من لم یرحم صغیرنا و یعرف شرف کبیرنا۔

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد (شعیب) سے اور وہ (شعیب) عمرو کے دادا' (یعنی اپنے والد) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا' اور ہمارے بڑوں کی مجد و شرف اور تعظیم کو نہ پہچانا۔

<u>من لم یرحم صغیرنا و یعرف شرف کبیرنا:</u> ظاہر تو یہ ہے کہ ضمیر متکلم مسلمین سے کنایہ ہے' یعنی جو شخص ہمارے مسلمانوں کے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا' اور ''مسلمان بڑوں اور بزرگوں'' کا احترام نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں' اس اعتبار سے یہ حکم مزید اہتمام کے لئے ہے' یعنی ان چھوٹوں پر رحم کرنا جو کہ مسلمان ہوں اور ان بڑوں کا ادب و احترام کرنا جو کہ مسلمان ہوں اسکا' زیادہ تاکید کے ساتھ حکم دیا جاتا ہے' ورنہ فی الجملہ کافر بچوں اور چھوٹوں پر رحم نہ کرنا' اور کافر بوڑھوں کا احترام نہ کرنا بھی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے' اور ناجائز ہے۔

اور بعض کا کہنا ہے کہ مسلم بچوں' چھوٹوں اور مسلم بوڑھوں کے ساتھ ترک شفقت و ادب' پر مذکورہ وعید سنائی گئی ہے' اور غیر مسلم چھوٹوں کے ساتھ ترک رحمت و شفقت اور غیر مسلم بوڑھوں کے ساتھ ترک ادب بھی اگرچہ خلاف تعلیم شرع ہے لیکن اس پر یہ وعید نہیں ہے۔

اور بعض محدثین حضرات کے نزدیک' صغیرنا اور کبیرنا میں ضمیر متکلم آدمیین سے کنایہ ہے' اس اعتبار سے حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص ہم بنی نوع انسان کے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بنی نوع انسان کے بڑوں کا

احترام نہ کرتا ہو تو وہ ہم میں سے نہیں۔ پس اس تفسیر کے مطابق یہ حکم مومن اور کافر سب کو شامل ہے' اسلام دین رحمت ہے' جس میں مسلم' غیر مسلم تمام نوع انسانی کے لئے بلکہ حیوانات و جمادات تک کے لئے رحمت کا پیغام موجود ہے' اور اسی میں تمام انسانیت کی بھلائی کا راز مضمر ہے۔

قابل احترام بڑے کون ہیں؟ و یعرف شرف کبیرنا

ہمارے بڑے' یہ لفظ عام ہے جوان اور بوڑھے سب کو شامل ہے' نیز جو کہ عمر کے لحاظ سے بڑا ہو یا جو علم اور کمال کے اعتبار سے سب کا احترام لازم ہے' وضاحت اس کی یہ ہے کہ کوئی آدمی عمر رسیدہ اور بوڑھا ہو تو اس کے بڑھاپے کی وجہ سے سارے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسکا ادب واحترام کریں' نیز جو آدمی آپ سے عمر میں زیادہ ہو وہ بھی ''کبیر'' ''بڑے'' کے مفہوم میں داخل ہے' اگر چہ بوڑھا نہ ہو' یعنی ہر کسی پر لازم ہے اپنے آپ سے زیادہ عمر والے کا احترام کرے خواہ وہ بوڑھا ہو یا جوان۔ نیز جو عمر کے لحاظ سے بڑا ہو یا علم وکمال کے لحاظ سے سب کا احترام لازم ہے' علم کے اعتبار سے جسے اللہ تعالیٰ نے بڑھائی بخشی ہو وہ عمر رسیدہ بوڑھوں کے بنسبت زیادہ قابل احترام ہیں' بلکہ بوڑھوں پر بھی نوجوان عالم دین کا احترام لازم ہے' اس وجہ سے فقہاء کرام نے لکھا ہے' کہ بے علم بوڑھے کو جائز نہیں ہے کہ وہ جوان عالم دین سے راستے میں آگے چلے۔ نیز جو منصب کے اعتبار سے بڑے ہوں ان کا بھی احترام لازم ہے۔

چنانچہ نماز جنازہ پڑھانے میں بادشاہ اور قاضی وغیرہ سب سے زیادہ حقدار ہیں' اس کی وجہ فقہاء کرام نے یہی لکھی ہے کہ اُولوالامر کی تعظیم واجب ہے' اور ان کی موجودگی میں کوئی دوسرا آدمی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھے تو یہ ان کی تعظیم کے خلاف ہے۔ اسی طرح تمام معزز عہدوں پر فائز لوگ مثلاً ملک کا سائنسدان' ملک کا پائلٹ' وغیرہ اور معاشرہ کے دیگر معزز لوگ علاقے کے بزرگ سب قابل احترام ہیں۔ نیز اعزاز واحترام میں فرق مراتب کا بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے' جو زیادہ معزز ہو اس کا زیادہ احترام کرے اور جو اس سا کم معزز ہو تو اس کی حیثیت کے مطابق اس کو بھی عزت دے دے' حدیث میں ہے: حضرت عائشہؓ نے کسی ایک محتاج کو روٹی کا ایک ٹکڑا دے کر رخصت کیا' دوسرے موقع پر کوئی دوسرا آدمی آیا جو کہ نسبتاً معزز معلوم ہو رہا تھا' حضرت صدیقہؓ نے اس کو عزت سے بٹھا کر اسے خوب کھلایا۔ اس فرق کے متعلق کسی نے دریافت کیا' تو جواب میں حضرت عائشہؓ نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انزلوا الناس منازلهم' یعنی لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق مرتبہ اور مقام دو۔

حدثنا ابو بکر محمد بن أبان ثنا یزید بن هارون عن شریک عن لیث عن عکرمة عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویوقر کبیرنا ویأمر بالمعروف وینه عن المنکر...... هذا حدیث غریب. وحدیث محمد بن اسحاق عن عمرو بن شعیب حدیث حسن صحیح.

وقد روی عن عبداللہ بن عمرو من غیر ھذا لوجه ایضاً۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہم میں سے نہیں وہ شخص جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرتا ہو اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرتا ہو۔ اور جو نیکی کا حکم نہ دیتا ہو اور برائی سے نہ روکتا ہو...... یہ حدیث غریب ہے۔ اور محمدؒ بن اسحاق کی حدیث جو انہوں نے عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے' وہ حسن صحیح ہے' اور عبداللہ بن عمروؓ سے اس مذکور طریق کے علاوہ دوسرے طریقوں سے بھی مروی ہے۔

ویوقر کبیرنا الخ ۔ یوقر' یامر اور ینه تینوں افعال جزم کے ساتھ ہیں' اور یرحم پر عطف ہیں' اور ہر ایک کے ساتھ لم جازم مقدر مانا گیا ہے۔ أی ولم یوقر کبیرنا ولم یامر بالمعروف ولم ینه عن المنکر ۔ اور اوپر ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔

دور حاضر کی بنسبت کچھ پہلے زمانے میں بڑوں کے ادب کا اسلامی معاشرہ میں بہت زیادہ لحاظ رکھا جاتا تھا' گاڑی کی سیٹ پر بیٹھا ہوا کوئی نوعمر اور نوجوان جب کسی معمر' بزرگ سفید ریش آدمی کو دیکھ لیتا کہ جگہ نہ ہونے کی وجہ سے کھڑا ہے تو وہ نوجوان فوراً اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہو جاتا تھا اور اس بوڑھے کو اپنی سیٹ پر بٹھا دیتا تھا۔ سگریٹ پینے والا نوجوان' بڑوں کے سامنے سگریٹ نہ پیتا تھا' نسوار ڈالنے والے بڑوں کے سامنے نسوار نہیں ڈالتے تھے' ہم عمر نوجوان آپس میں بڑوں کے سامنے گپ شپ نہ لگاتے جو بڑوں کے سامنے مناسب نہ ہو۔ یہ اچھی صفات نوجوانوں میں پائی جاتی تھیں جن کی بنیاد ادب اور حیا پر قائم تھی' لیکن آج کل انگریزی تعلیم اور یورپی تہذیب عام ہونے کی وجہ سے اور ٹی وی' وی سی آر اور ہر قسم کے فواحش کی بہتات کی بدولت ادب و حیاء کا جنازہ نکل گیا' اور یہ تمام چیزیں ختم ہونے کو ہیں' اور اگر مسلمانوں کی غفلت کی یہی حالت ہو تو رہی سہی باقیات بھی ختم ہو جائیں گی۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر :

ویامر بالمعروف وینه عن المنکر یعنی ہم میں سے نہیں وہ شخص جو امر بالمعروف اور نہی المنکر نہ کرتا ہو' اس حدیث میں امر بالمعروف (نیکی کا حکم) اور نہی عن المنکر (برائی سے روکنے) کو ترک کرنے پر بھی "لیس منا" "ہم میں سے نہیں" کی وعید سنائی گئی ہے' اس کے علاوہ بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ "علی صاحبها الف الف سلام و تحیه" سے یہ واضح معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر امت کے ہر ہر فرد پر اس کی استطاعت کے مطابق فرض اور ضروری ہے اور باوجود استطاعت کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تارک مجرم اور گنہگار ہے۔ علاوہ ازیں ایک مستقل جماعت کو تشکیل دینا امت پر فرض کفایہ ہے' جو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتا رہے' اس جماعت کی تشکیل دراصل حکومت کی ذمہ داری ہے' حکومت اس کام کے لئے مناسب اشخاص کی جماعت بنا کر یہ فریضہ انجام دے' لفظ "امر" اور "نهی" خود اس پر

دلالت کرتا ہے کہ اس جماعت کی تشکیل حکومت کی طرف سے ہو' جو کہ قوت قاھرہ سے کے ساتھ یہ فریضہ بجالاتی ہو' کیونکہ امر دراصل اولوالامر کا کام ہے' اور آیت قرآنی بھی اس پر دال ہیں۔ لیکن اگر کوئی حکومت یہ فریضہ انجام نہ دے تو اس کی ذمہ داری تمام مسلمانوں پر عائد ہوگی' کہ اس جماعت کو قائم کر کے اس فریضے کو انجام دیتے رہیں' کیونکہ اس جماعت کا قیام امت کے اجتماعی بقاء اور ملی حیات کے لئے ناگزیر ہے' اور ہر ایسا اجتماعی حکم جو کہ حکومتی فرائض میں سے ہو' اور اس حکم کو بجالانا اس امت کی اجتماعی ضرورت ہو تو حکومت کی اس سے غفلت کرنے کی صورت میں اس کو بجالانے کا فریضہ عام مسلمانوں پر ان کی استطاعت کی حد تک عائد ہوتا ہے۔

معروف اور منکر سے کیا مراد ہے؟

معروف سے مراد وہ تمام بھلائیاں ہیں جن کا شریعت نے حکم دیا ہو' اور ان کا بھلائی اور نیکی ہونا دین اسلام میں معروف ومشہور ہو' اسی طرح جانے پہچانے امور خیر کو معروف کہا جاتا ہے' اور منکر سے مراد وہ تمام برائیاں ہیں جن کو اسلام نے منع فرمایا ہو' اور وجود وثبوت کے اعتبار سے وہ دین اسلام میں بالکل ناآشنا اور غیر معروف ہوں۔ پس اس موقع پر بھلائی اور برائی کو معروف اور منکر سے تعبیر کرنے میں شاید یہ حکمت ہو کہ روکنے ٹوکنے کا معاملہ صرف ان امور میں ہونا چاہیے کہ جو کہ واضح طور پر شریعت مقدسہ کی خلاف ورزی ہو اور کرنے والا کسی معتبر دلیل شرعی سے اس کو مشروع نہ سمجھتا ہو' لہٰذا اجتہادی مسائل میں کوئی جانب بھی منکر نہیں ہے' جبکہ اجتہاد کی شرائط موجود ہوں تو اجتہادی اختلاف' مذموم اختلاف نہیں ہے' کیونکہ اس قسم کے مسائل میں بھی اگر چہ حق عند اللہ ایک ہی جانب ہے اور متعین ہے لیکن یہ اختلاف بھی اسی حق کی تلاش میں واقع ہوا ہے' اس وجہ سے مجتہد اگر حق کو پہنچ جائے تو اسے دوہرا اجر ملے گا اور اگر اجتہاد میں خطا ہو جائے تب بھی اس پر گناہ نہیں بلکہ ایک اجر اس کو ملے گا۔ اور یہ قیامت کا معاملہ ہے۔ وہاں بات واضح ہو جائے گی' اور دنیا میں دونوں جانب ثواب اور خطا کا احتمال موجود ہے' لہٰذا کسی ایک مجتہد کو برحق جان کر یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے نزدیک یہی مسئلہ حق ہے' لیکن جانب مقابل کو منکر سمجھ کر اس پر نکیر کرنا ہر گز جائز نہیں ہے' کیونکہ اجتہادی اختلاف میں کوئی جانب منکر نہیں ہے' آج کل بعض مولوی حضرات اس قسم کے اجتہادی مسائل کو میدان جدال بنا کر مسلمانوں کے درمیان بغض' حسد' اور افتراق وانتشار پیدا کرتے ہیں' اور ستم بالائے ستم یہ کہ اس کو سب سے بڑا جہاد' قربانی' اور حق گوئی کہا جاتا ہے' اس کے برعکس صریح منکرات اور فواحش کی روک تھام کیلئے بہت کم کوشش کی جاتی ہے۔

"لیس منا" کی تفسیر وتشریح:

اس باب میں تین احادیث لائی گئی ہیں' اور ہر ایک میں "لیس منا" کا جملہ ذکر ہوا ہے' اس مناسبت سے امام ترمذیؒ اس جملہ کی تفسیر اور وضاحت کے لئے بعض محدثین حضرات کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔...... قال بعض أهل العلم' معنى قول النبي ﷺ : ليس منا ليس من سنتنا' يقول ليس من أدبنا'

وقال علی بن المدینی قال یحیی ابن سعید کان سفیان الثوری ینکر هذا التفسیر 'لیس منا لیس مثلنا

ترجمہ: بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد "لیس منا" کا مطلب یہ ہے کہ (یہ کام) ہماری سنت اور ہمارا طریقہ نہیں' اور کہتے تھے کہ ہماری ادب اور تعلیم سے نہیں' اور علی بن المدینی کہتے ہیں' کہ یحیی بن سعید نے کہا کہ سفیان ثوریؒ اس تفسیر کو ناپسند فرماتے تھے 'لیس منا' ہماری طرح نہیں۔

اس کے علاوہ امام نوویؒ نے فرمایا کہ سفیان عینیہ بھی ان لوگوں کے قول کو برا مانتے تھے جو کہ "لیس منا" کی تفسیر "لیس علی هدینا" یعنی ہماری سنت پر نہیں' کے ساتھ کرتے تھے' اور فرماتے تھے کہ یہ بہت بری بات ہے بلکہ اس جملہ کی تفسیر اور تفصیل سے روکنا چاہیے' تا کہ دلوں میں اس کی ہیبت زیادہ ہو' اور اس کام سے روکنے میں شدت زیادہ ہو جائے۔

یعنی اس لفظ کے کہنے سے مراد اس مجرم کو دین سے نکالنا نہیں' لیکن اس لفظ کو ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس قسم کے فعل کے ارتکاب سے منع کرنے میں مبالغہ ہو جائے۔ پس اس لفظ کو اپنے ظاہر کے مطابق چھوڑنا چاہیے' اس کی کچھ تاویل وتفسیر کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ اس جملہ کے ظاہری الفاظ میں جو شدت اختیار کی گئی ہے' وہ ڈرانے کے لئے ہے اور شارع کا اصل مقصود بھی یہی ڈرانا اور مخاطبین کو خوف دلانا ہے کہ وہ اس کام کے کرنے سے مسلمانوں کے زمرے سے خارج ہونے کا خطرہ محسوس کرے اور اس جملہ کی تاویل وتفسیر کرنے سے یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے' اس وجہ سے بعض اکابر محدثین نے اس قسم کی تفسیر سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

باب ما جاء فی رحمة الناس
عام لوگوں کے ساتھ رحم دلی کا بیان

حدثنا بندار ثنا یحیی بن سعید عن اسماعیل بن أبی خالد ثنا قیس بن أبی حازم ثنی جریر بن عبدالله قال: قال رسول الله ﷺ (من لم یرحم الناس لم یرحمه الله)۔ هذا حدیث حسن صحیح' وفی الباب عن عبدالرحمن بن عوف وأبی سعید وابن عمر وابی هریرة وعبدالله بن عمرو۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے لوگوں پر رحم نہ کیا' اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہ کرے گا' یہ حدیث حسن صحیح ہے' اس باب (لوگوں کے ساتھ رحمت کے بارے) میں عبدالرحمان بن

عوفؓ ابوسعیدؓ ابن عمرؓ ابو ہریرۃؓ اور عبداللہ بن عمروؓ سے روایات ہوئی ہیں۔

امام ترمذیؒ نے بھی اس حدیث کو حسن صحیح کہا یعنی یہ حدیث صحیح ہے اور اس کو بخاری اور مسلم نے بھی روایت کی ہے۔

وفی الباب عن عبدالرحمان بن عوف، یعنی اس باب سے متعلق حدیث عبدالرحمان بن عوفؓ سے بھی روایت ہوئی ہے۔اور عبدالرحمان بن عوفؓ کی حدیث امام ترمذیؒ نے اس سے پہلے باب قطیعة الرحم میں ذکر کیا ہے۔(وابی سعید)اور حضرت ابوسعیدؓ کی حدیث بھی امام ترمذیؒ نے "باب الریاء والسمعة" میں ذکر کیا ہے۔اور حضرت ابو ہریرۃؓ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی دونوں حضرات کی روایتیں اسی باب میں آگے آرہے ہیں۔

اسلام تمام روئے زمین پر رہنے والوں کے لئے امن اور رواداری کا مذہب:

من لم یرحم الناس لایرحمه الله، جو لوگوں پر رحم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرے گا اور یہ روایت بخاری میں ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے "من لایرحم لایرحم" جو رحم نہ کرے گا اس پر رحم نہ کیا جاوے گا۔اور طبرانی کی روایت میں اس طرح آیا ہے من لا یرحم من فی الارض لا یرحمه من فی السماء: یعنی جو شخص رحم نہیں کرتا تمام ان لوگوں پر جو کہ زمین میں رہتے ہیں۔تو رحم نہیں کرے گا اس پر وہ ذات جو کہ آسمان میں ہے اور بعض دیگر اس قسم کی روایتیں اس باب میں آگے ذکر ہونے والی ہیں۔

محدث ابن بطال فرماتے ہیں کہ اس میں تمام مخلوق کے ساتھ رحمت وشفقت کا معاملہ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔اس میں مومن کافر اور مملوک وغیر مملوک جانور سب داخل ہیں جناب رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور آپ ﷺ نے یہی رحمت کا پیغام پورے عالم کے لئے سنایا دین اسلام میں غیر مسلم اقوام کے حقوق کا تحفظ بدرجہ اتم موجود ہے اور تمام اقوام عالم کی بھلائی اسی میں ہے کیونکہ ہر کسی کے ساتھ عدل و انصاف کسی کے ساتھ ظلم نہ کرنا قیام امن اور حقوق کا تحفظ دین اسلام کے اصل الاصول ہیں۔

جہاد یا دہشت گردی:

کفار کے ساتھ قتال کا حکم صرف اس صورت میں ہے جبکہ کفر فتنہ بن کر اسی نظام عدل کو نقصان پہنچاتا ہو اور امن عالم کو درہم برہم کر کے حقوق کو پامال کرتا ہو تو اس فتنہ کے دفع کرنے کے لئے دین اسلام نے جہاد کا حکم دیا ہے پھر جہاد کے لئے بھی اسلام کے زرین اصول ہیں کہ عین جنگ کے دوران بھی عدل وانصاف کے تقاضوں کو پامال نہ ہونے دیں اور ظلم وحق تلفی سے اجتناب کیا جاوے۔لیکن یورپ اور امریکہ اسی حکم جہاد کی وجہ سے دین اسلام کو تشدد اور دہشت گردی کا مذہب ظاہر کرتا ہوے اور میڈیا پر اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈا کر رہا ہے۔

حالانکہ اس کے برعکس یہود و نصاریٰ مذہبی تعصب کیلئے بھی اور اسکے علاوہ حرص ولالچ کی غرض سے وسائل پر

دوسروں کو محروم کر کے خود قابض ہونے کے لئے بھی مخلوق خدا کا بے تحاشا قتل عام کر دیتے ہیں' اور ہزاروں لاکھوں بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں' لیکن نہ تو ان کے خلاف پروپیگنڈا ہو رہا ہے اور نہ کوئی ان کو دہشت گرد کہتا ہے' بلکہ امریکہ ان تخریب کاریوں میں' خصوصاً جبکہ عالم اسلام کے خلاف ہوں' ان کی پشت پناہی کرتا ہے' پس ظاہر ہے دین اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈا کرنا امریکہ کی روایتی دروغ گوئی اور اسلام دشمنی بلکہ انسانیت دشمنی پر مبنی ہے۔

حدثنا محمود بن غيلان ثنا ابوداود ثنا شعبة قال كتب به الى منصور وقرأته عليه' سمع ابا عثمان مولى المغيرة بن شعبة عن ابى هريرة قال: سمعت ابا القاسم ﷺ يقول: لاتنزع الرحمة الا من شقى: هذا حديث حسن ابوعثمان الذى روى عن ابى هريرة لا نعرف اسمه' يقال هو والد موسى بن أبى عثمان الذى روى عنه ابو الزناد' وقد روى ابو الزناد عن موسى بن ابى عثمان عن ابيه عن ابى هريره عن النبى ﷺ غير حديث۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے ابوالقاسم ﷺ سے سن لیا ہے کہ فرماتے تھے' رحمت کو چھین کر نہیں نکالا جاتا مگر بدبخت اور محروم سے۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے' اور وہ ابوعثمان جس نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے' ہمیں اس کا نام معلوم نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اس موسیٰ ابن ابی عثمان کے باپ ہیں' جن سے ابوالزناد نے روایت کی ہے اور یقیناً ابو الزناد نے موسی ابن ابی عثمان سے' انہوں نے اپنے والد (ابوعثمان) سے' انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے اور انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ سے (یعنی ابولزناد نے اس سند کے ساتھ) بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔

لاتنزع الرحمة الا من شقى: یعنی بدبخت ہی کے دل سے رحمت چھین لے جاتی ہے' علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمت مخلوق میں دل کی نرمی ہے۔ اور دل کا نرم ہونا ایمان کی علامت ہے' پس جس کے دل میں رقت (نرمی) نہ ہو اس میں ایمان نہیں اور جس میں ایمان نہ ہو وہ شقی اور بدبخت ہے' پس معلوم ہوا کہ جس کے دل سے رحمت اور نرمی چھین لی جاوے وہ شقی اور بدبخت ہوگا۔

ارشاد ربانی ہے: واما الذين شقوا ففى النار (الاية)

ترجمہ: اور جو لوگ شقی اور بدبخت ہیں وہ جہنم میں ہوں گے

یعنی شقی لوگوں کی جگہ جہنم ہے اور دل سے رحمت نکل جانا سبب ہے شقاوت کا' پس مسلمان کے لئے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ رحم دل اور نرم خُو رہے۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

فکرِ آخرت

مساجد اللہ کے گھر میں: مساجد اللہ کے گھر ہیں اس میں جو عبادت کی نیت سے آئے گا۔ وہ اللہ کا مہمان بن کر داخل ہوتا ہے۔ جب ایک معمولی آدمی اپنے مہمان کا اعزاز واکرام ضروری سمجھتا ہے وہ تو کریموں کا کریم۔ ارحم الراحمین اپنے مہمان کو عزت واکرام کے بغیر کیسے واپس بھیجے گا۔ بلکہ اس کا اپنے اس مہمان کو بغیر عزت وتکریم کے بھیجنا اس کی شان کریمی ورحیمی سے متصادم ہے۔ اوراسی اعزاز وانعام کی طرف سید المرسلین صلعم نے اشارہ فرمایا کہ

عن ابی ھریرۃؓ ان النبی صلعم قال من غدا الی المسجد اوراح اعد اللہ لہ فی الجنۃ نزلا کلما غدا اوراح (رواۃ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو یا شام کو مسجد میں جاتا رہا تو ہر ہر بار کے جانے پر اللہ تعالیٰ اس بندے کے لئے جنت میں مہمانی کا انتظام فرماتا ہے۔

جنت میں مہمانی کی بشارت کے ساتھ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مسجد میں عبادت کے لئے جانے آنے والے کا مقام بھی جنت ہے۔

پس وہ شخص بھی قیامت کے دن اللہ کے عرش کے نیچے جلوہ افروز ہوگا۔ جو اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے مسجد پہنچنے کیلئے بے چین ہو، جو شخص مسجد سے جاچکا ہے، وقت بھی نماز کا نہیں، کاروبارِ زندگی اوراسکے مشاغل پورے عروج پر ہیں

دل بہ یار دست بہ کار: مگر ایک یہ بھی بندۂ صالح ہے کہ ہر دو منٹ بعد اس کی نظر گھڑی پر پڑتی ہے۔ بار بار دھوپ کو دیکھ رہا ہے۔ ہاتھ میں ترازو ہے دل مسجد میں اٹکا ہوا ہے۔ کہ کہیں نماز کا وقت گزر نہ جائے۔ دنیا اپنے کاروبار میں لگی ہوئی ہے اور یہ شخص بھی بظاہر پوری طرح اسی میں مشغول ہے مگر دل میں اللہ کی عبادت اوراس کی عبادت گاہ تک رسائی کی تڑپ ہے۔ ''دل بہ یار دست بہ کار'' کا زندہ وتابندہ نمونہ ہے۔

تمام روئے زمین میں وطن کی خاک ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جہاں انسان پہنچ کر سب سے زیادہ قلبی سکون و راحت محسوس کرتا ہے لیکن جب بندہ مومن کے دل میں خدا کی محبت پوری طرح رچ بس جائے اور نمازوں، تلاوت اور یادالٰہی کے لئے کثرت سے آتا جاتا رہے تو حضورؐ کے ارشاد کے مطابق اسے مسجد میں وطن جیسی انسیت ومحبت محسوس

ہوتی ہے اور خدا بھی اس مہمانِ عزیز کے آنے سے بے حد خوش ہوتا ہے۔

مسجد سے تعلق: اور ایک آج کے دور کے مسلمان کا منبر و محراب اور مسجد سے تعلق ہے کہ باوجود دنیوی اخروی مصالح و ثمرات کے اگر سب سے زیادہ دوری اور قطع تعلق کسی خطہ زمین سے ہے تو وہ مسجد ہی ہے پہلے تو کئی کئی دن' ہفتے اور مہینے مسجد میں دخول کی فرصت ہی نصیب میں نہیں' اگر کہیں اتفاق سے مسجد میں داخلہ میسر بھی ہو تو عین وقت پر نماز کے لئے جانا اور پھر فوراً ہی نکلنا اپنا فرض اولین سمجھتا ہے۔

صرف ہفتہ کے سات دنوں کے مقدس دن جمعہ ہی کو لیجئے بدقسمتی سے اکثر جمعہ میں شرکت کرنے والوں کی خواہش ہووتی ہے کہ صرف فرض نماز کی اقامت شروع ہوتے ہی شاملِ جماعت ہو جائیں نہ واجب خطبہ کا خیال' نہ اور عبادات کا۔ خطیب کی وعظ و نصیحت کے سننے کیلئے تو وقت و فرصت ہی نہیں' حالانکہ واعظ و ناصح قرآن و حدیث کی روشنی میں احکام الٰہیہ کو ہی بیان کرتا ہے' جس کے سننے کیلئے ایک حقیقی مومن دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محتاج اور بیتاب رہتا ہے۔

حدیث کے اس ٹکڑے میں محسن انسانیت ﷺ ایک مردِ کامل کی صفت اور اجر ذکر فرما رہے ہیں' کہ ایسا شخص بھی قیامت کے پرآشوب روز' مالک الملک کے عرش کے زیر سایہ رہے گا۔

ورجلان تحابا فی الله اجتمعا علیه و تفرقا علیه۔ ''ایسے دوست جن کی دوستی محض اللہ کے لئے ہو ان کا ملنا اور انقطاع سب اسی نیک محبت کا نتیجہ میں ہو۔''

انسان کا لفظ چونکہ اُنس جس کے معنی محبت اور تعلق ہی کے ہیں سے مشتق ہے اس لئے کہ کسی نہ کسی صورت میں ہر انسان کے سرشت میں محبت کی صفت پائی جاتی ہے اسی وصف کا لحاظ کرتے ہوئے شاعر نے انسان کی وجہ تسمیہ کے لئے فصیح و بلیغ شعر کی صورت میں تعریف کر دی ہے۔ ؎

وما سمی الانسان الا لانسه　　　　وما القلب الا انه یتقلب

عہد الست: روز ازل سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے عہد و اقرار کرنے کیلئے جب پورے نوع بنی آدم کی روحوں کو چیونٹیوں کی صورت میں جمع کیا تو اسوقت وہاں پر موجود روحیں آپس میں ایک دوسرے سے مانوس و متعارف ہوئیں اور ان روحوں کے درمیان عہدِ الست ہی کے موقع پر صفات کے موافقت و اختلاف کے مناسبت سے آپس میں انس و محبت یا بغض و عناد رہا وہ دنیا میں اپنے اجسام میں آنے کے بعد بھی اسی مناسبت کی بنا پر محبت یا اختلاف پر قائم رہتی ہیں۔

دنیا کے ہر انسان کا دل کسی دوسرے دل کی طرف مائل رہتا ہے' ہزاروں بلکہ لاکھوں انسان ایک دوسرے سے ملتے رہتے ہیں' ہر دو ملنے والوں کی اپنی اپنی غرض اور مقصد ہوتا ہے۔ لیکن تمام ملنے والوں میں نیک بخت وہ دو ملنے والے' تعلق جوڑنے والے اور محبت کرنے والے ہیں کہ ان کا ملنا' جوڑنا اور محبت کرنا کسی دنیاوی غرض کے ایفاء کے لئے

نہیں بلکہ یہ سب کچھ اپنے پیدا کرنے والے ہی کی خاطر ہے اور اسی کے تقاضوں کے مطابق جدا ہوتے ہیں یعنی اگر کسی سے ترک تعلق بھی کرتے ہیں تو اس لئے کہ خدا کو اب اس سے ملنا پسند نہیں، خدا کی رضا و خوشنودی کی خاطر باہمی میل ملاپ اور محبت دنیا و آخرت میں فائدہ حاصل کرنے کا سبب ہے۔

صحبت صالحین: حضورؐ کا ارشاد ہے: عن معاذ بن جبل قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول قال اللہ تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فی والمتجالسین فی والمتزاورین فی والمتباذلین فی وفی روایۃ الترمذی قال یقول اللہ تعالیٰ المتحابون فی جلالی لھم منابر من نور یغبطھم النبیون والشھداء (رواہ مالک والترمذی) ''حضرت معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے ساتھ میرا محبت کرنا ایک قطعی امر ہے جو محض میری رضامندی اور خوشنودی کی خاطر اور میری حمد وثناء کی خاطر ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اسی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میری رضا کی خاطر مال خرچ کرتے ہیں ترمذی کی روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ میرے عظمت وجلال کے سبب آپس میں ملتے ہیں ان کے لئے آخرت میں نور کے سبزے ہوں گے جن پر انبیاء وشہداء بھی رشک کریں گے۔''

اور ظاہر ہے کہ اللہ کی خوشنودی کے لئے جن لوگوں سے تعلق رکھا جائے گا وہ اللہ کے برگزیدہ اور نیک بندے ہوں گے اور ان کی رفاقت وہم نشینی نہ صرف آخرت میں مرتبہ عالیہ کی صورت میں ظاہر ہونا ہے۔ بلکہ دنیا میں اسکے ساتھ تعلق رکھنے کے لئے بے شمار فوائد حضورؐ نے بیان فرمائے ہیں۔

ایک تمثیل: عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ ﷺ مثل الجلیس الصالح والسوء کعامل المسک ونافخ الکیر۔فحامل المسک اما ان یحذیک واما ان تبتاع منہ واما ان تجدمنہ ریحا طیبۃ و نافخ الکیر مان ان یحرق ثبابک واما ان تجدمنہ ویحاخبیۃ (رواۃ البخاری ومسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیک اور برے ہم مجلس کی مثال مشک رکھنے والے اور دھونکنی دھونکنے والے کی طرح ہے مشک وخوشبو رکھنے والا یا تو تمہیں مشک مفت دے دے گا یا تم اس سے خرید لو گے اگر دونوں میں سے کوئی صورت ممکن نہ ہو تو کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور تمہیں حاصل ہو جائے گی۔اور دھونکنی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑوں کو جلا دے گا یا اس سے تم کو خراب دھواں حاصل ہو جائے گا۔''　　　　(جاری ہے)

مولانا محمد عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی نئی کتاب
''صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام''
لاہور کی تقریب رونمائی کی رپورٹ

اسلام آباد میں مولانا سمیع الحق صاحب کی معرکتہ الاراء نئی کتاب ''صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام'' کی تقریب رونمائی کی رپورٹ پچھلے شمارہ میں شائع ہو چکی ہے' یہاں 9 جون 2004ء کو لاہور کے ایک اہم ہال میں رونمائی کی تقریب کی رپورٹ شائع کی جارہی ہے' جس کی صدارت ملک کے مایہ ناز صحافی' ایڈیٹر نوائے وقت جناب مجید نظامی صاحب نے فرمائی۔ لاہور کے چیدہ ممتاز علماء سیاستدانوں ممبران پارلیمنٹ' ممتاز صحافیوں اور کالم نگاروں نے اظہار خیال کیا جس کے چیدہ چیدہ حصے شامل کئے جارہے ہیں' اجلاس کا آغاز جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم مولانا فضل الرحیم صاحب کی تلاوت سے ہوا' سٹیج سیکرٹری کے فرائض' کتاب کے مرتب مولانا عبدالقیوم حقانی نے انجام دیئے جبکہ کراچی سے آئے ہوئے مہمان مولانا محمد عثمان یار خان نے معاونت فرمائی' تقریب کے حاضرین میں درجنوں شہرہ آفاق علماء وفضلاء اور دانشور بھی موجود تھے' مگر وقت کی کمی کی وجہ سے اظہار خیال کا موقع نہ مل سکا' تقریب کا اختتام لاہور کے مدرسہ ضیاء العلوم بیگم پورہ کے مہتمم مولانا لطیف الرحمان حقانی (فاضل حقانیہ) کی دعا پر ہوا۔........................(ادارہ)

جسٹس (ریٹائرڈ) جاوید اقبال صاحب فرزند علامہ اقبالؒ

مولانا سمیع الحق کے ساتھ میرے پرانے تعلقات ہیں' سینٹ میں ہم اکٹھے تھے' میں نے ہمیشہ وہاں دیکھا کہ انہوں نے عام حالات سے راستہ الگ رکھا اور یہ ہمیشہ اپنی روش پر چلنے کے عادی ہیں' اسی وجہ سے ہم ان کی بڑی عزت واحترام کرتے ہیں' پھر اس کے بعد میں کابل گیا' اور کابل سے واپسی پر ان کے ہاں اکوڑہ خٹک میں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا ان کے مدرسہ میں جانا ہوا' طلباء کو میں نے وہاں ایڈریس بھی کیا' اور میں ان کی کوششوں سے بہت متاثر ہوا' مولانا نے مجھے بتایا کہ تم اگر مجھے کابل جاتے ہوئے بتا کر جاتے تو خود ملا عمر تمہیں ریسیو کرنے آتے' میں نے کہا کہ یہ

مجھے علم نہ تھا کہ آپ کا ان پر اتنا رسوخ ہے' بہر حال مولانا کا بڑا عزت و احترام ہے' بہت محبت ہے' انہوں نے بڑی شفقت کے ساتھ مجھے بلوایا دعوت دی اور یہ کتاب بھی عنایت فرمائی جس کی بہت ساری باتیں آپ کے سامنے کی جا چکی ہیں' اس میں نئے اجتہاد بھی ہیں' مولانا نے جس طرح دارالاسلام اور دارالحرب کی تعریف کی ہے اور دارالحرب میں جو نیا معنی انہوں نے ڈالا ہے' اس کا میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ اجتہادی نقطہ نگاہ ہے۔ اور کاش کہ وہ اس طرح کے اور اجتہاد بھی کریں اور کئی نئی راہیں ہمارے سامنے پیدا کر کے دکھائیں۔ بہر حال میں نے اس کتاب میں دیکھا ہے کہ اس کی ایک تاریخی حیثیت ہے' بہت سارے اس کتاب کے انٹرویوز ہیں جو کہ داستان پارینہ ہیں اور اس کی تاریخی حیثیت بن چکی ہے' بعض باتیں ایسی ہیں جن پر آج بھی ہمیں غور وفکر کرنی چاہیے ایک بات جو میں نے محسوس کی ہے اور وہ آپ کی خدمت میں بھی پیش کر رہا ہوں وہ یہ کہ میری نگاہ میں یہ سارا سلسلہ ۱۱ ستمبر کے واقعہ سے شروع نہیں ہوا' دراصل یہ اسوقت سے شروع ہوا جب سوویت روس کی تحلیل ہوئی چونکہ سوویت روس کے خاتمہ کے بعد آپ دیکھتے ہیں کہ مغرب کے پالیسی میکرز نے کہنا شروع کر دیا کہ ہمارا اگلا دشمن مسلمان ہے یا اسلام ہے۔ آپ ہنٹنگ کو پڑھیں' برناڈ لوئیس کو پڑھیں ان سب کی کتابیں یہ واضح کر رہی ہیں کہ اس وقت کے بعد انکا سارا تاثر امریکہ میں یہی ہے کہ ہمارا آئندہ دشمن اسلام ہے' اب اس کی وجہ انہوں نے نہیں بتائی بلکہ اس کے ساتھ چائنا کو بھی منسلک کیا کہ جس طرح چائنا اور اسلام یعنی کنفیشش کا جو فلسفہ ہے' چائنا کا اور اسلام وہ دونوں ہمارے تصور جمہوریت سے جو ہیومن رائٹس ہے' اس کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے ہیں۔ لہذا یہ ہمارے آئندہ کے دشمن ہیں' اچھا اب میں تو کہوں گا کہ مجھے تو یہ بھی علم نہیں کہ یہ ۱۱ ستمبر والا واقعہ دہشتگردی ہے یا ڈرامہ ہے جو بنایا گیا ہے بہت ساری کتب ایسی وجود میں آ چکی ہیں جس میں یہ بحث کی گئی ہے کہ اس میں مسلمانوں کا کسی قسم کا تعلق نہیں تھا' یہ تو سارا کچھ ڈرامہ ہے جو کہ ایک نقطہ نگاہ پیدا کرنے کے لئے بنایا گیا تھا' اچھا دنیا جب سے آتی چلی آ رہی ہے تو وہ ہمیشہ اگر آپ پریکٹیکلی دیکھیں تو بیلنس آف پاور ہو تو دنیا قائم رہتی ہے۔ سوویت روس کے تحلیل کے بعد وہ بیلنس آف پاور ختم ہو گیا' اب امریکہ دنیا میں یک قطبی طاقت کے طور پر ابھرا یہ ایک نئی قسم کی ایمپیریلزم ہے یہ ایک نئی قسم کی چنگیزیت ہے جو کہ گلوبلائزیشن کی شکل اختیار کر کے ہمارے استحصال کا سبب بن رہی ہے' وہ بات جس پر ہمارے زعماء اور علماء کو غور کرنے کی ضرورت ہے' وہ یہ کہ اس چنگیزیت کا مقابلہ کرنے کے لئے کون سا طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا؟ کیونکہ یہ چنگیزیت اسی طرح رہے گی اور امریکہ کی یہ کوشش ہوگی کہ کوئی بھی اس بیلنس آف پاور کو لانے کے لئے میدان میں نہ اترے اگر فرض کیجئے کہ کل چین اس کے لئے اٹھے گا تو اسے نہیں چھوڑے گا اسی طرح اگر روس کرتا ہے تو اس کی کوشش بھی ناکام کی جائے گی اس طرح اگر بالفرض یورپی یونین یہ کرنا چاہے جن کے آپس میں اختلافات ہیں تو وہ یہ نہیں کرنے دیں گے تو نتیجہ کیا ہے۔ یہی ٹیرارزم جو اسے وہ کہتے ہیں یا میں اسے اسلامی جہاد کہتا ہوں یہ جاری رہے گا' اور اسی وجہ سے میرے نقطہ نگاہ اور تحقیق کے مطابق یہ (جہاد) دنیا کو

بیلنس آف پاور فراہم کر رہا ہے' اور کوئی وجہ نہیں کہ کوئی ایسا وقت بھی آئے کہ اس جہاد کو جسے اب مغرب ٹیرارزم کہہ رہا ہے اس کی خفیہ طور پر امداد و معاونت روس یا چین یا یورپی یونین کرے چونکہ ہر ملک کو اپنا مفاد سب سے زیادہ عزیز ہوتا ہے اور کوئی بھی ملک جو کہ حقیقی طور پر آزاد ہو اور اپنے اندر بل بوتا بھی رکھتا ہو' یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی یک قطبی طاقت یا یونی پولر پاور حکمران ہو' یہ چنگیزیت ایسی ہے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی' سو یہ اس طرح قائم نہیں رہ سکتا ہے جب تک اس کے خلاف یہ ایک جہادی روح جو ہے وہ برقرار رکھی جائے خواہ وہ اس شکل میں ہے کہ ہمارے بچے پیٹ پر بم باندھ کر اپنی جانیں دیتے ہیں' یہاں کے جو امراء ہیں یا مسلم ریاستوں کے جو حکمران ہیں ان کے پاس دولت ہونے کے باوجود اس بات کا احساس نہیں کہ اس وقت ہمیں کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے۔ ریسورسز کس طرح پیدا کرنے چاہئیں تاکہ ہمارے پاس ہتھیار ہوں' ہمارے پاس ایٹم بم بنانے کی' نیوکلئیر اسلحہ بنانے کی اہلیت ہو جب تک ایسی صورت ہم پیدا نہیں کر سکتے ہیں اس وقت تک ہمارے نوجوان اسی طرح قربانی دیتے رہیں گے' علامہ اقبال کا ایک فارسی شعر ہے جو کہ اس وقت میرے ذہن میں نہیں آ رہا ہے' علامہ اقبال جب سلطان ٹیپو کے مزار پر گئے تھے تو کچھ لمحات مزار کے اندر اکیلے کھڑے رہے' جب باہر نکلے تو کسی نے پوچھا کہ آپ کو سلطان نے کیا دیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ مجھے وہاں بہت کچھ حاصل ہوا اور پھر وہ شعر کہا کہ اگر عزت کے ساتھ زندہ رہنا ممکن نہیں تو جان قربان کر دینے میں زندگی ہے۔...... تو یہی صورت ہے جو کہ آج کل ہماری اور ہماری نئی نسل کی ہے اور ہم اس کو کنٹرول نہیں کر سکتے ہیں اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو دہشت گرد کہہ کر چپ کرا سکیں گے یا انہیں اطمینان دلا سکیں گے یا ان کو ترغیب دلائیں کہ بھائی اس وقت ہماری پوزیشن وہی ہے جو مسلمانوں کی مکہ میں تھی میں خود بھی یہی کہتا ہوں کہ مکی وحی جو بھی ہے اسمیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صبر کی تلقین کی ہے کہ وہ وقت آئے گا کہ جب تم کفار کے مظالم کا بدلہ لو گے' لیکن ابھی نہیں ابھی تمہارے ساتھ وہ قوت نہیں ہے تو جو مکی سورتیں ہیں وہ ہمیں یہی تلقین دیتی ہیں کہ جب اس قسم کا عالم ہو کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے ہیں سوائے اس کے جس کو میں جہاد کہتا ہوں اور مغرب ٹیرارزم کہتا ہے تو اسوقت تک جب تک ہم میں خود ریسورسز نہ ہو' ہمیں صبر سے ہی کام لینا ہوگا۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں حقیقت یہی ہے کہ مولانا نے جو سب سے بڑی بات کہی ہے وہ یہی ہے کہ انہوں نے ہمارے سامنے ایک راستہ کھول دیا' انہوں نے ہمارے سامنے واضح کر دیا جس طرح کہ انہوں نے ایک جاپانی کو کہا کہ بھئی تم ڈرتے کیوں ہو تم مسلمان ہو جاؤ خدا سے ڈرو یہی ایک ملنگ کی آواز ہے اور یہی ہو سکتی ہے۔ ع مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

تو بے تیغ کوئی سپاہی نہیں لڑ سکتا ہے لیکن یہ ایمانی جوش و خروش ہے اسکو زندہ رکھنے کی ضرورت ہے اور ان شاء اللہ وہ وقت ضرور آئے گا کہ یہ جو چنگیزیت کا عالم اسلام پر چھایا ہوا ہے یہ ختم ہو جائے گا۔ اس کا پتہ نہیں لگے گا کہ کدھر گیا' سو اس وقت تک صبر کیجئے اور دیکھتے جائیں کہ کیا ہو رہا ہے آپ کے سامنے جو کچھ ہو رہا ہے۔

صدر مجلس جناب مجید نظامی صاحب (مدیر روزنامہ نوائے وقت)

دراصل مولانا سمیع الحق نے یہ کتاب لکھ کر ایک بہت بڑی خدمت کی ہے' لیکن میں انکی خدمت میں ایک عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ہونا چاہیے۔ باقی جہاں تک اس عنوان کا تعلق ہے میری مولانا سے درخواست ہے کہ وہ ایک کتاب اور لکھیں کیونکہ یہ صرف صلیب کی دہشتگردی نہیں ہے اس سے پہلے یہود و ہنود کی دہشتگردی جاری تھی یہ تو صرف ۱۱ستمبر کو ہوئی اور باقاعدہ بُش نے کہا تھا کہ یہ کروسیڈ ہے یعنی عیسائیوں کا جہاد ہے اور یہ وہ جنگیں ہیں جو وہ فلسطین میں صلاح الدین ایوبی کے خلاف لڑی ہیں اور صلاح الدین ایوبی نے انہیں وہاں سے نکالا تھا' تو میری آپ سے درخواسنت ہے کہ یہود و ہنود و نصاریٰ جو اتحاد ثلاثہ ہے' اسلام کے خلاف' اس پر بھی ایک کتاب لکھیں اور انگریزی و اردو کے قارئین کو اس سلسلہ میں بھی مستفید فرمائیں۔ ۱۱/۹ کے بارے میں میں کہتا ہوں کہ ہم اس کے بارے میں امریکی اخبارات و جرائد کے حوالے سے لکھتے رہیں ہیں کہ اس کے ذمہ دار یہودی ہیں کیونکہ اس تاریخ کو کوئی بھی یہودی ان دفاتر کو نہیں گیا جو کہ اس واقعہ میں نشانہ بنے اور نہ ہی اب تک اس کا کوئی جواب بھی انہوں نے دیا۔ جہاں تک عراق کا تعلق ہے تو انہوں نے دعوے کئے تھے کہ یہاں پر ایسے مہلک ہتھیار ہیں جو انسانیت کے لئے زہر قاتل و ہلاک کردینے والے ہیں' اور آپ آج تک دیکھ رہے ہیں کہ خود وہ ابھی تک مان رہے ہیں اور تسلیم کر رہے ہیں کہ کوئی ایسے ہتھیار ابھی تک نہیں ملے' C.I.A کے ہیڈ اور پھر اس کے ڈپٹی کو انہوں نے چھٹی کرادی' اس سے آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ ۱۱/۹ کا واقعہ محض ایک بہانہ تھا اور عراق پر حملہ بھی محض ایک بہانہ تھا۔ ہم بار بار کہہ رہے ہیں کہ اسکے بعد باری پاکستان کی ہے' خدا نہ کرے کہ پاکستان کی باری ہو لیکن جو حالات ہیں اور جس طرح ہماری حکومت جارہی ہے وہ اسی طرح کے ہیں کہ خدانخواستہ پاکستان کی باری آسکتی ہے اور اس کو اسی صورت میں ٹالا جاسکتا ہے' کہ ہم اپنے جہاد کو جاری رکھیں کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے پاس ایٹم بم بھی ہے' ہتھیار بھی ہیں لیکن بش کی جگہ پر جو صدر کیری آرہا ہے اس نے پہلے ہی نوٹس دے دیا ہے کہ ہم آپ کے ہتھیاروں پر قبضہ کرنے والے ہیں' اور اگر ہندوستان کی مدد لینے کی ضرورت پڑی تو ہم اس سے بھی مدد لیں گے۔ مولانا دیوبندی ہے اور یہاں اکثریت دیوبندی حضرات کی بیٹھی ہوئی ہے آپکے اور ہمارے نزدیک دیوبند بہت مُبرک چیز ہے' لیکن سچی بات یہ ہے کہ نہ میں دیوبندی ہوں' نہ بریلوی ہوں میں نظامی ہوں اور اقبالی ہوں تو خواتین و حضرات ہندوستان کا مقابلہ کرنے کیلئے امریکہ کا مقابلہ کرنے کیلئے اسرائیل کا مقابلہ کرنے کیلئے آپ جب تک اپنے گھوڑے تیار نہیں رکھیں گے اور آج کے ایٹم بم ہی تو گھوڑے ہیں' آپ نے سنا ہوگا اور پڑھا ہوگا کہ ہندوستان نے چھوٹے چھوٹے ایٹم بم بنالئے ہیں جو کہ وہ عام لڑائیوں میں استعمال کرے گا' وہ لڑائی کس کے خلاف ہوگی' پاکستان کے خلاف۔ اس میں اتنی جرات نہیں کہ چین کے خلاف لڑ سکے' میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ حضرات کی ذمہ داری ہے کہ آپ امت کو تیار کریں حکمرانوں کو ہوش میں لائیں اور جو غلط کام وہ

کرر ہے ہیں تو انہیں صحیح پٹڑی پر ڈالیں اور یہ صرف آپ ہی ڈال سکتے ہیں اور جہاں تک ہمارا تعلق ہے میں اپنے اخبار کی بات کرر ہا ہوں ، ہم نے اشتہار بند کروا کے کلمہ حق بند نہیں کیا اور ان شاء اللہ کلمہ حق جاری رہے گا۔ اسی ہال میں گورنر صاحب جو کہ ریٹائرڈ کور کمانڈر ہیں ایک فنکشن کی صدارت کرر ہے تھے میں نے پوچھا کہ جنرل صاحب آپ بتائیں کہ ہمارے فوج کا ماٹو جہاد فی سبیل اللہ ہے یا نہیں؟ ۔ وہ کہنے لگے کہ '' ہے'' میں نے کہا کہ آپ جہاد کے خلاف کیوں باتیں کہتے رہتے ہیں ۔ میں جہادی ہوں اور ساری قوم جہادی ہے ، ہماری فوج جہادی ہے اور جب تک جہاد ہے ان شاء اللہ ہم محفوظ رہیں گے اور جہاد کے بغیر ہم دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں ، دشمن میں یہودی ، ہندو اور نصاریٰ سب شامل ہیں آپ صرف صلیبی جنگ کی بات نہ کریں بلکہ آپ ہنود و یہود کی بھی بات کریں اور انہیں بھی پیش نظر رکھیں اگر آپ ان کو بھولیں گے تو ہم مار کھائیں گے۔

آخر میں میں مولانا کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے مدعو کیا اور پھر کہنے کا موقع عنایت فرمایا۔

جناب مصطفیٰ صادق صاحب ایڈیٹر روزنامہ ''وفاق''

یقیناً آج مولانا صاحب نے اس کتاب کی شکل میں حق ادا کیا ہے۔ تاریخ کی ایک بہت بڑی دستاویز محفوظ ہوگئی ہے میں تو مولانا کے مرحوم والد ماجد قدس سرہ کا دیرینہ خادم ہوں اور مولانا سمیع الحق صاحب کے کاموں میں طویل عرصہ سے ساتھ دیتا چلا آرہا ہوں ، میں کل سے کتاب پڑھ رہا ہوں اور دل سے دعائیں نکلیں ، عزیمت و استقامت اور جرات اظہار اور اعلاء کلمۃ الحق کی ایک طویل جدوجہد مولانا کی شکل میں ہمارے سامنے رہی ، اب عالم کفر کے سامنے اس کتاب کی شکل میں وہ ڈٹ کر کتابی صورت میں جلوہ آراء اور صف آراء ہوئے ہیں۔

علامہ مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی (جانشین مفتی محمد حسین نعیمی مرحوم ، مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور)

دراصل اس کتاب میں عالم کفر کے شکوک وشبہات اور ان کے سوالات کے جوابات انٹرویوز کی شکل میں دیئے گئے ہیں اس کے اندر ، ان کے ذہنوں کو صاف کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن آج پھر بھی یہی سوال ذہنوں کے اندر موجود ہے کہ اس صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام کے حوالہ سے ہم اپنا فرض کہاں تک سرانجام دے پارہے ہیں؟ مشرق کے اندر اسلام کے نقطہ نگاہ سے یا عالم اسلام کے اندر کتنے تھنک ٹینک قائم کئے گئے اور عالم کفر نے کتنے تھنک ٹینک قائم کئے ہیں اگر آپ اس کا موازنہ کریں تو بھی جواب نفی میں آتا ہے ، ہماری جتنی بھی کوششیں ہیں جو لیگل ہیں یا انفرادی نہ حکمرانوں کے اندر نہ دینی سیاسی جماعتوں کے اندر اور نہ دینی طبقات کے اندر مریض سامنے کھڑا ہوا ہے تشخیص ہو کہ مریض کے اندر کون کون سے امراض موجود ہیں اور کن کن اسباب کی بنیاد پر یہ مرض پیدا ہوا ہے۔ کیا ہم نے ان امراض کے سدباب کی شعوری کوشش کی ہے اگر ہم حقیقی معنوں میں شعوری کوشش کر چکے ہوتے تو آج ہم ان حالات میں نہ پڑتے یا کم از کم اگر ہم آج یہ فیصلہ کرلیں کہ ہم نے شعوری کوششیں کرنی ہیں اور وہ بھی توجہ کے ساتھ ایک منزل کا

تعین کرنا ہے تو ہمیں بہت سے مراحل کو طے کرنا پڑے۔

دہشتگردی کی تعریف جو کتابوں کے اندر ہے یا انسائیکلو پیڈیا کے اندر ہے جو دائرہ المعارف کے اندر ہے وہ اس سے بہت ہی مختلف ہے جو آج کل بش کہہ رہا ہے اور چونکہ ہم ذہن سے خالی ہے اور خاص کروہ طبقہ جنہیں خوش قسمتی کہہ لیں یا بدقسمتی کہہ لیں مسلمانوں پر حکمرانی کا حق حاصل ہے وہ دینی اعتبار سے شعوری اعتبار سے فکری اعتبار سے خالی ہے اس لئے انہیں جو کچھ کہا جاتا ہے زبان سے کہہ بیٹھتے ہیں' سوا ارب یا ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو کنٹرول کرنا بہت مشکل ہے لیکن ۵۶' ۵۷ ریاستوں کے سربراہوں کو کنٹرول کرنا بہت ہی آسان ہے اس لئے اب جو پروگرام بنایا گیا ہے وہ یہ کہ بجائے اس کے کہ عوامی اعتبار سے کوئی ری ایکشن اپنے خلاف پیدا کیا جائے اس سے بہتر ہے کہ آپ ۵۶۔۵۷ ملکوں کے حکمرانوں کو اپنے پروگرام کا ایک حصہ بنائیں اور اس کے ساتھ ساتھ اگر اس ملک کے کمانڈر ان چیف مل جائیں تو یہ سونے پر سہاگہ ہے پھر وہ اہداف زیادہ آسانی سے حاصل ہو جائیں گے اور آجکل یہی کچھ ہو رہا ہے۔

حافظ طاہر محمود اشرفی صاحب (مشیر حکومت پنجاب):

جہاں پر سب کی زبانیں بند ہو جاتی ہیں ہم نے اس مرد قلندر (مولانا سمیع الحق) کی زبان چلتی دیکھی ہے' جہاں لوگوں کے ہاتھ شل ہو جاتے ہیں ہم نے اس کے قلم کو چلتے ہوئے دیکھا' جہاں جا کر حق کا کہنا سلب ہو جاتا ہے ہم نے اس مرد قلندر کو حق کا اعلان کرتے ہوئے دیکھا' اور یہ جو سب کچھ آج چھپا ہے یہ بہت عرصے پہلے سے چھپا جا رہا ہے یہ تو اب کی بات ہے مجھے وہ بھی یاد ہے کہ جب روس نے افغانستان میں مجاہدین کے مورچوں پر نقشہ میں سرخ نشانات لگوائے تھے تو اسی نقشہ میں پاکستان میں ایک مورچہ پر بھی نشان تھا وہ مورچہ تھا دارالعلوم حقانیہ۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب روسی استعمار افغانستان میں مجاہدین کے ساتھ لڑ رہا تھا تو وہ یہی سوچتا تھا کہ ان مجاہدین کو ختم کرنے کے لئے ان کی نرسری کو ختم کرنا ہوگا جہاں سے وہ نکل رہے ہیں اور ابھی ابھی ماضی قریب کی بات ہے کہ جب سب لوگ ہر طرف سے دعوے کر رہے تھے کہ طالبان ہمارے ہیں اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ جب اپنے اور بیگانے اس کوشش میں مبتلا ہو گئے کہ نہیں ہمارا طالبان کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔

سینیٹر پروفیسر ساجد میر صاحب' سربراہ مرکزی جمعیت اہل حدیث:

انسانی سوچ اور خیالات کا تانا بانا آپس میں جڑا ہوتا ہے اور تلاطم خیالات اسے کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں' یہاں ایمبیسیڈر ہال کے سٹیج پر بیٹھے ہوئے آج سے ۳۳ برس قبل کا ایک منظر سامنے آیا جب اسی ہال میں قائد جمہوریت بابائے جمہوریت جناب نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب. اللہ ان کی مغفرت فرمائے' مئی جون ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کے حالات پر گفتگو کر رہے تھے اس وقت اپنی عادت کے مطابق انہوں نے ایک خوبصورت شعر سنایا جس کا اطلاق اسوقت تو پاکستان کے حالات پر ہوتا تھا لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ وہ پورے عالم اسلام پر چسپاں ہوتا ہے۔

ع ایک گھٹا سی چھائی ہوئی ہے جو نہ کھلتی ہے نہ برستی ہے

مسلمانان عالم آج کل امریکہ اور اس کے حواریوں کے جس دہشت گردی کا شکار ہیں اس پر ہر حساس مسلمان کا دل زخمی ہے' وہ بغض عداوت جو صلیبی جنگوں اور دوسرے بہت سے حوالوں سے عیسائیوں اور یہودیوں کو مسلمانوں سے تھی اسلام سے اور نبی محترم ﷺ سے تھی اس کے اظہار کا موقع انہیں ۹/۱۱ کے واقعات سے مل گیا' بغض و عداوت تو پہلے سے تھی اب ایک بہانہ مل گیا۔ اس موقع پر ۹/۱۱ اور اسکے بعد امریکہ کا غیر منصفانہ وغیر ذمہ دارانہ ردعمل ہوا' ان واقعات پر بغیر کسی ثبوت کے وہ افغانستان پر چڑھ دوڑا اور پھر عراق پر اور پھر اپنے آئندہ کے ٹارگٹ اس نے متعین کیئے۔...... امریکی ظلم تو اپنی جگہ پر لیکن افسوس اس پر کہ عالم اسلام پر پاکستان سمیت ایسے حکمران مسلط ہیں جو اس ظلم کے خلاف تھوڑا بہت کہنے کی بجائے قوم کو اور مایوس کر رہے ہیں اور انہیں شکست خوردہ بنا رہے ہیں' اس شکست خوردگی کو وہ ایمان اور ذہنوں میں اتارنے پر تلے ہوئے ہیں' ان کے اندر احساس جرم پیدا کر رہے ہیں اور اس کا مقصد یہ ہے کہ تمہارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے غلط نہیں ہو رہا بلکہ تم اس کے مستحق ہو' اس لئے کہ تم روشن خیال نہیں ہو' تم پرانے زمانے کے لوگ ہو' ٹیکنالوجی تمہارے پاس نہیں عقل تمہارے پاس نہیں' سورسز تمہارے پاس نہیں' اعتدال پسندی سے تم عاری اور محروم ہو تو پھر تمہارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے' یہ نہ ہو تو اور کیا ہو' حکمرانوں کی سوچ ہے جو دانستہ یا نادانستہ شعوری یا غیر شعوری طور پر ان کے ذہن میں موجود ہے اور وہ اسے لوگوں کے ذہنوں میں اتارنے کی کوشش کر رہے ہیں' اور کہتے ہیں کہ ان حالات سے نپٹنے کے دو نسخے ہیں' انتہا پسندی نہ ہو اور جہاد سے کنارہ کشی کی جائے۔ کل یہ خدمت مرزا غلام احمد نے برطانیہ کے لئے انجام دی تھی' آج یہ خدمت حکمران امریکہ کے لئے انجام دے رہے ہیں۔

اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال دین کیلئے اب حرام ہے جنگ وقتال

یہ ہے وہ سوچ جو ان کی طرف سے آ رہی ہے یہاں میں واضح کرنا چاہوں گا کہ جب میں جہاد کہتا ہوں تو اس سے مراد صرف اور صرف پرائیویٹائز جہاد نہیں جو حکومتیں اور فوجیں اپنے فرائض سے کنارہ کشی اختیار کر کے کچھ تنظیموں کو آگے کر کے کہتے ہیں کہ جاؤ تم یہ کام کرو یہ نہیں وہ اپنا فرض بھی ادا کرے اور یہچانے کہ اولاً اور بنیادی طور پر اور اصلاً یہ فرض تو ان کا ہے جنہوں نے ٹریننگ حاصل کی ہے اور جو قوم کا پیسہ اس لئے کھاتے ہیں' کہ وہ موقع پر اس کا دفاع کرے' وہ تو اپنے ملک کا دفاع کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں عالم اسلام تو بڑی دور کی بات ہے' وہ تو اپنے من کا دفاع کرے انکا سارا غصہ اور سارا جہاد اپنوں کیلئے ہے' وانا کے قبائلیوں کے لئے اپوزیشن کیلئے ہے سیاستدانوں کیلئے ہے۔ اغیار کیلئے نہیں ہے۔ اپنوں کیلئے شیر اور جب حقیقی دشمن کا مقابلہ ہو تو پھر یہ حال ہوتا ہے کہ اباؤٹ ٹرن یا یوٹرن کی عادت سیکھی ہے' اقتدار سنبھالنے کے بعد جب زمینی حقائق بقول انکے ان پر روشن ہوئے تو پھر انہوں نے یہ عادت کی لیکن اب وہ چیزیں سامنے آ رہی ہیں جو کتابیں اور حقائق سامنے آ رہے ہیں' ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عادت پرانی ہے'

کبھی کبھی میرے خیال میں مولانا سمیع الحق صاحب بھی نواز شریف صاحب کو اس حوالہ سے یاد کرتے ہوں گے۔ اسوقت ایسی قیادت کی ضرورت ہے جو کہ اپالوجیٹک نہ ہو اور ایسی کتابوں اور ایسی فکر دینے والے بڑے لوگوں کی جو کہ قوم میں خود اعتمادی پیدا کرے اور مایوسی پیدا نہ کرے، اپالوجیٹک اور معذرت خواہانہ انداز ان کا نہ ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب جس کی تقریب رونمائی کے لئے ہم آج جمع ہوئے ہیں میں نے کتاب دیکھی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کا انداز معذرت خواہانہ نہیں ہے اور سہما ہوا نہیں ہے، معافی مانگنے والا نہیں ہے، کہ یہاں ہمارے اندر یہ قصور ہیں، ہم ہیں ہی اس قابل اگر آپ نے ہم پر کچھ زیادتی کی ہے تو ہم اس کے لائق ہیں یہ انداز نہیں ہے۔ اس کے اندر خود اعتمادی پیدا کی گئی ہے اس کے اندر ایک اعتماد پایا جاتا ہے اس کے اندر دلائل ہیں، اس کے اندر وزن ہے اس کے اندر اپنی تاریخ کا جائزہ بھی ہے اپنی کمزوریوں کوتاہیوں کا تذکرہ بھی آجاتا ہے، لیکن دشمنوں اور اغیار کو آئینہ بھی دکھایا گیا ہے کہ آپ ہمیں دہشتگرد کہہ رہے ہیں، دہشت گرد تو آپ ہیں آپ نے دہشتگردی کہاں نہیں کی؟ شبرغان میں، افغانستان کے ان کنٹینرز میں جن کو آپ نے زندہ انسانوں سے بھرا اور دشت لیلیٰ میں اور فلوجہ و کربلا میں اور ابوغریب میں کہاں کہاں آپ نے دہشتگردی نہیں کی۔ اصل دہشت گرد تو آپ ہیں، یہ تو آئینہ دکھانے والی کتاب ہے، غیروں کو اور اپنوں میں خود اعتمادی پیدا کرنے اور مایوسی دور کرنے والی کتاب ہے اس وقت سارے مسلمان ملکوں کے حکمران الا ماشاء اللہ الا ماشاء اللہ بھی شاید میں نے یہ بھی رسماً کہا ہے تو وہ اپنے رویوں سے مزید مایوسی پیدا کرنے کا سبب بن رہے ہیں، ہمارے ہاں صورتحال یہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ ہے، اس میں شریک بھی ہیں اور دیکھ بھی رہے ہیں کہ دہشتگردی کے جو عوامل ہیں۔ جن کے ردعمل میں وہ پیدا ہوتی ہے امریکہ اس کی طرف توجہ نہیں دے رہا ہے وہ اب بھی حیران و پریشان ہے کہ یہ لوگ آخر مجھی سے نفرت کیوں کرتے ہیں، لوگ ہماری جمہوریت کو ہمارے اقدار کو ہماری انسانیت کی خدمت کو اور ہمارے نعروں کو پسند کیوں نہیں کرتے، تو کیا ہم آپ کے نعروں اور باتوں کو دیکھیں یا آپ کے عمل کو دیکھیں اور عمل کا جہاں تک تعلق ہے اس کا آئینہ اگر آپ نے دیکھنا ہو تو اس کے لئے اس کتاب کو دیکھیں آپ کو پتہ چل جائے گا، کہ اصل کیا ہے؟ تو جب تک مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی اس دنیا میں ختم نہیں ہوگی، جس کے سب سے بڑے ذمہ دار امریکہ اور اس کے حواری ہیں جب تک ناانصافی فلسطین کے اندر کشمیر کے اندر چیچنیا کے اندر ختم نہیں ہوتی اسوقت تک اس کا کچھ نہ کچھ ردعمل تو ہوگا اب ہو کیا رہا ہے، بہت زیادہ اور بہت بڑے پیمانہ پر دہشتگردی فلسطین میں چیچنیا میں کشمیر میں ہر جگہ امریکہ کرتا ہے، اسکے ساتھ اور حواری کرتے ہیں، اور جب اس کا کہیں معمولی سا ردعمل ہوتا ہے، کچھ بچے، کچھ نوجوان غیرت سے مغلوب ہو کر معمولی ردعمل دکھاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ہیں دہشت گرد اور ہم نے جو کچھ کیا وہ سب صحیح اور ٹھیک ہے یہ وہ ناانصافی اور ظلم ہے جو ہو رہا ہے اور اس طرح دوسری سطح پر درس ہے، اعتدال پسندی اور روشن خیالی کا لیکن اعتدال اور روشن خیالی اس وقت

تک نہیں آئے گی جب تک یہاں جمہوری اقدار کی بالادستی نہیں۔

پیر اعجاز ہاشمی صاحب (مرکزی رہنما جمعیت علماء پاکستان وسیکرٹری اطلاعات متحدہ مجلس عمل)

آج کا موضوع مولانا صاحب کی کتاب ''صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام'' یہ حقیقت بھی ہے اور اسے عوام الناس اور خصوصاً اسلامی دنیا کے تمام عوام اس کو حقیقت مسلمہ مانی ہے مگر بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے اور پورے عالم اسلام کے حکمران اس واقع کو اس طرح نہیں سمجھتے ہیں بلکہ وہ وہی بات کرتے ہیں جو امریکہ کہتا ہے' یعنی وہ ان کو دہشت گرد کہتا ہے جنہیں امریکہ دہشتگرد کہتا ہے' میں نے کتاب تو پڑھی نہیں لیکن اس کا عنوان واضح مسلم حقیقت ہے اور اسے حکمرانوں اور مسلمانوں کو سمجھنا بھی چاہیے کہ دہشتگرد کون ہے۔...... حضرات! جہاں تک میں سمجھتا ہوں تو امریکہ کے دامن میں ۵۳ ریاستوں کو اسلیئے جمع کر کے رکھا گیا' پہلے انہیں چالیس سال تک کمیونزم سے ڈرایا گیا اور اسی خوف میں مبتلا رکھتے ہوئے کمیونزم کیخلاف مسلم دنیا کو استعمال کیا گیا خصوصاً پاکستان کو روس کے مدمقابل اور پھر جب اسے گرادیا گیا اور پھر مغرب وامریکہ میڈیا نے تہذیبی جنگ' تہذیبی جنگ کا شور مچانا شروع کر دیا' یہ انکا فلسفہ ہے کہ قوم کو کسی محاذ پر اکٹھا رکھنے کیلئے کوئی نہ کوئی ڈرامہ رچاتے ہیں' آپ نے دیکھا روس کو ختم کرنے کیلئے انہوں نے مسلمانوں کو استعمال کیا' اور انہیں مجاہد اسلام' مجاہد اول کے القابات دیتا رہا اور اسی بن لادن کو وائٹ ہاؤس میں مجاہد اعظم قرار دیا گیا' لیکن جب روس اور کمیونزم مات کھا گیا اور کمیونزم نے تو ختم ہونا ہی تھا۔ تو اسی مجاہد اعظم کو سب سے بڑا دہشتگرد قرار دے دیا گیا۔

عبدالقادر حسن صاحب (جنگ ودیگر جرائد کے ممتاز کالم نگار)

۱۱/۹ کے بعد مسلمان دنیا پر امریکہ کی جانب سے جو عذاب نازل ہوا اور اسکی جارحیت کا سامنا کرنا پڑا اور اس سے جو سوالات خود مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی پیدا ہوئے ان سوالات کو سامنے رکھ کر مخالفوں کے شکوک و سوالات کو سامنے رکھ کر مولانا نے مسلمانوں کے لئے پولیٹیکل سائنس کی ایک جدید ترین کتاب مرتب کی ہے اور اس کتاب کو ریفرنس کی کتاب کے طور پر رکھا جائے گا۔ اور ان کی اپنی شخصیت جو ہے اور ان کے مدرسہ کا جو مقام ہے اور جس طرح سادگی اور نادانی کے ساتھ انہوں نے اپنے ہاں حکمرانوں کو پیدا کیا جنہیں ہم طالبان کہتے ہیں یہ ایک عجیب و غریب واقعہ ہے' میرے خیال میں عراق میں تو تیل تھا لیکن افغانستان تو ایک اجڑا ہوا' برباد ملک تھا' امریکہ کو اس سے کچھ نہیں مل سکتا تھا لیکن اس نے آغاز اسی اجڑے ہوئے ملک سے کیا اور مزید برباد کیا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ یہاں طالبان مذہبی قسم کی حکومت کی بنیاد رکھ رہے تھے اور مغربی تہذیب جو کہ مغربی دنیا کے خیال میں پتھر تہذیب سے اس کا مقابلہ کرر ہے تھے 'یہ مغرب کے لئے قابل برداشت نہ تھا اگر طالبان اسی طرح چلتے رہتے اور وہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق ایک مستحکم حکومت بنانے میں کامیاب ہو جاتے تو یہ مغربی تہذیب کی سب سے بڑی شکست تھی' اور یہی شکست ان کیلئے ناقابل برداشت ہے اسلیئے انہوں نے سب سے پہلے طالبان کو ختم کیا اور بہانہ ایک فرضی تنظیم القاعدہ کا بنایا اور

ان کو پھر دہشت گرد قرار دیکر ختم کروایا گیا' لیکن طالبان ان کا جذبہ' ان کے عقائد و نظریات اور ان کی تعلیمات کو کسی صورت نہیں ختم کیا جاسکتا۔ یہ درست ہے کہ طالبان نے بعض پہلوؤں میں انتہا پسندی کا مظاہرہ کیا جو خود اسلام کے مطابق بھی صحیح نہ تھا اور ۱۴۔۱۵ سو سالہ دور میں جو دنیا بدلی اسے ان کو ذہن میں رکھنا تھا' سو اسی کو بعد میں دنیا نے دلیل بنا کر لیا' اور دقیانوس و پسماندہ اور نہ معلوم کیا کیا کچھ کہہ دیا ورنہ طالبان نے ایک ایسی قوم سے ہتھیار اٹھا لئے جسکے بغیر کوئی افغان اپنی شخصیت کا تصور نہیں کر سکتا تھا اور انکے رزق کا واحد ذریعہ افیون کی کاشت کو ختم کر دیا' یہ انتظامی معاملات نہیں تھے بلکہ معجزے تھے' کوئی اور کر کے دکھاتا تو صحیح اور نہ پھر یہ کبھی ہو سکے گا' اور حکومت ایسی کہ زمین پر بیٹھ کر اقتدار و حکمرانی کا آغاز کیا' اور اسی زمین پر بیٹھے رہے ایک مسافر کو یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ ملا عمر کون سا ہے کیونکہ وہ سب ایک گول دائرے میں زمین پر بیٹھے ہوتے' ننگے پاؤں سے ہیلی کاپٹر چلاتے اور سائیکل پر سوار ہو کر اغواء شدہ جہازوں کی حفاظت کی اور ایمانی قوت کے ساتھ زندگی بسر کی' نہایت معمولی لباس اور نہایت معمولی کھانا پینا یہ فیضان جو تھا یہ اس مکتب کی کرامت تھی جس کا انتظام آج کل مولانا سمیع الحق کے پاس ہے' اللہ مولانا کو سلامت رکھے اور انہیں والد عظیم کے مقاصد کو آگے لے جانے کی توفیق سے نوازے۔

سینیٹر کامل علی آغا صاحب:

جہاں تک اس کتاب ''صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام'' کا تعلق ہے تو یہ وہ موضوع ہے جس پر اب بھی بہت کچھ لکھا جانا ضروری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کلمہ حق کی جو اشاعت ہے جتنی شدت اور شدومد کیساتھ محترم مولانا سمیع الحق صاحب کے مدرسہ حقانیہ سے جاری ہے' امید کی جاسکتی ہے کہ ان شاء اللہ پاکستان کے بنانے کے جو مقاصد تھے ان کا حصول یقیناً ممکن ہو رہے گا۔ میں نے ان کا مدرسہ دیکھا ہے' بندہ حیران رہ جاتا ہے کہ یہ لوگ اسے کس طرح چلا رہے ہیں' ہم دین کے سلسلہ میں اور اسی طرح اس موضوع کے حوالہ سے مولانا سمیع الحق صاحب کو مانتے ہیں۔

سینیٹر محمد علی درانی صاحب (حکمران جماعت مسلم لیگ):

میں ''صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام'' پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مولانا صاحب نے یقیناً اس کتاب کی شکل میں ایک تاریخ رقم کی ہے' اس پر لوگ اعتراض بھی کریں گے اس کے مثبت پہلوؤں پر بھی اعتراض ہو سکتے ہیں لیکن بہر حال میں سمجھتا ہوں کہ جب مستقبل کا مؤرخ اس زمانے کی تاریخ لکھے گا تو یہ کتاب یقیناً اس کی مدد کرے گی میں جب ۸۰ء کی دہائی کے آخر میں پشاور یونیورسٹی میں تعلیم کے لئے گیا تھا تو اس علاقے میں جو ایک نام انتہائی عزت و تعظیم کے ساتھ لیا جاتا تھا وہ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کا تھا اور ان کا اثر اور ان کی نسبت سے جو عزت اللہ تعالیٰ نے مولانا سمیع الحق صاحب کو دی تو یہ ان کے بزرگوں کی محبت ان کی اسلام سے محبت اور اسلام کے لئے قربانی اور عام آدمی کو اسلام سے روشناس کرنے کی جستجو تھی اس کی بدولت اور اس کی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے وہ عزت آج مولانا کو بھی

دی ہے۔ جہاں تک افغانستان کے جہاد کا تعلق ہے تو میں نے ابتدائی دور میں اسے انتہائی قریب سے دیکھا ہے اور مجھے وہ زمانہ یاد ہے کہ جب مولانا اور ان کے ساتھی پوری کوشش کرتے تھے کہ تمام افغان قیادت جو اس وقت روس کی دہشت گردی کے خلاف افغانستان میں جدوجہد کر رہی تھی وہ متحد ہو کر ایک امیر کے تحت اسلام کے نقطہ نظر کے مطابق جہاد کر سکے اور اس کے لئے انہیں بار بار کبھی خانہ کعبہ میں لے جایا جاتا تھا اور کبھی سعودی عرب کی مختلف مجلسوں میں لے جا کر اس بات کی کوشش کی جاتی تھی کہ افغانستان میں تمام جہاد کرنے والی قوتیں باہم متحد ہو کر اسلام کے نظریہ کے مطابق ایک امیر کے تحت جہاد کریں لیکن اس میں انہیں اس وقت کامیابی حاصل نہ ہو سکی اسوقت اسلام کی جو بڑی بڑی بزرگ شخصیات تھیں انہیں بھی یہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی اور اسی ناکامی کے نتیجہ میں ہم نے دیکھا کہ جب افغانستان سے روس نکل گیا تو اس کے بعد وہاں اسلام کے لئے لڑنے والوں کی حکومت کے بجائے خانہ جنگی کا ماحول پایا گیا' اور حقیقت میں جہاد کا وہ تصور جس کے تحت جہاد کو اسلامی سلطنت کے تحت ہونا چاہیے اس کے بجائے جب وہ افراد کے تحت چلتا رہا اور علماء وقت کی کوششوں کے باوجود اس وقت کی قیادت اسے نہ سمجھ سکی تو اس کے نتیجہ میں ہمیں وہ مشکل دور دیکھنا پڑا جو آج تک افغانستان پر ختم نہیں ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب کی بھلائی اور بہتری اسی میں ہے کہ ہم اسلام کی حقیقی روح کو سمجھتے ہوئے اسلام کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے آج کے لئے اسلام کی ضرورت سمجھتے ہوئے اسلام کی روح کو سمجھیں۔ کاش کہ مسلمانوں نے بادشاہتوں کی بجائے اپنے محلات کے بجائے اسلام پر چلنے والے مسلمانوں کا خیال رکھا ہوتا' انہوں نے محلات کے بجائے یونیورسٹیاں تعمیر کی ہوتیں کاش کہ ذاتی مفادات کی بجائے انہوں نے ملت اسلامیہ کی فکر کی ہوتی' تو آج پوری ملت اسلامیہ اس جہالت کے اندھیرے میں نہ ہوتی' آج امریکہ کی حقیقی طاقت کا راز ان کی ٹیکنالوجی میں ہے جس کی بدولت آج وہ پوری دنیا میں دہشت گردی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور طاقت و دہشت گردی جب آپس میں ملتے ہیں تو ان کا نشانہ پھر یقینی طور پر مظلوم بنتے ہیں۔ آج مسلمانوں کو مظلوم بنا کر رکھنے کے ذمہ دار یقیناً مسلمانوں کے وہ حکمران ہیں جنہوں نے ان کو علم سے روشناس نہیں کیا۔ وہ حکمران ہیں جنہوں نے اسلام پر چلنے والوں کو آپس میں متحد نہیں کیا اور وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے آج اسلام کے پیروکار تقسیم در تقسیم کا شکار ہوتے جا رہے ہیں اور اسلام دشمن عناصر اسلام کے خلاف سازشوں میں لگے ہوئے ہیں جن کا اظہار مولانا صاحب نے اپنی کتاب میں کر رکھا ہے' کہ کوئی ایسی سازش نہیں ہے جو آج مسلمانوں کے خلاف نہ کی جا رہی ہو۔ اور میرے خیال میں ان سازشوں کا مقابلہ کرنے کا حقیقی طریقہ یہی ہے کہ ہم آپس میں اتحاد پیدا کرتے ہوئے اپنے اندر وہ طاقت پیدا کرتے ہوئے جو کہ اتحاد کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے' مسلم امہ کو ایک پلیٹ فارم پر اکھٹا کرتے ہوئے اس دنیا میں حقیقی ترقی پر گامزن ہو سکے۔ اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ جب روس کے مقابلہ میں افغانستان کے اندر مسلمان جدوجہد کر رہے تھے اس وقت گو کہ امریکہ اور ریگن پوری قوت کے ساتھ ان کی پشت پر کھڑے ہوئے تھے۔ اور روس کے خلاف جنگ

میں ان دینی لوگوں کو جہادی کہا جاتا تھا ان لوگوں کو مجاہدین کہا جاتا تھا اور آج انہیں لوگوں کو دہشت گرد کے نام سے پکارا جاتا ہے' تو اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ سپر پاور جو ہوتے ہیں ان کی حمایت اپنے مفادات کی روشنی میں ہوتی ہے' کسی نظریہ اور مقصد کے لئے نہیں ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں اجازت لیتا ہوں اور مولانا کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہماری رہنمائی کے لئے یہ کتاب لکھی ہے' میری دعا ہے کہ اللہ ہمیں باہم تقسیم ہونے کے بجائے باہم متحد ہونے کی توفیق دے۔

جناب مجیب الرحمان شامی صاحب (لاہور مدیر روزنامہ پاکستان)

یہ عجیب بات ہے کہ مولانا سمیع الحق پر مغربی میڈیا کی نظریں لگی ہوئی ہیں اور مغربی میڈیا کے اہلکاروں نے جس ذوق وشوق سے ان کا تعاقب کیا کسی دوسرے عالم دین کے حصے میں یہ سعادت نہیں آئی اور مولانا صاحب نے مختلف چینلوں اور اخبارات کو جو انٹرویوز دیئے ہیں وہ اب یکجا ہو کر سامنے آ گئے ہیں ان کی اہمیت بھی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم ہیں حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے فرزند ارجمند اور جانشین اور اس مدرسہ کی اہمیت جہادی طاقتوں کی نظر میں اور مغربی طاقتوں کی نظروں میں وہی ہے جو کہ ہمارے مغرب زدہ لوگوں کے نظر میں آکسفورڈ اور کیمبرج کی ہے۔ تو اہل مغرب کو پوری دنیا میں یہ بات سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اس مدرسہ میں کیا جادو ہے کیا پڑھایا جاتا ہے کہ پوری دنیا کے دور دراز علاقوں اور عالم اسلام سے نوجوان یہاں آتے ہیں اور دین پر مرنے مٹنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں ان کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

تو یہ نقطہ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اس لئے وہ دوڑ دوڑ کر دارالعلوم حقانیہ کی طرف آتے تھے' مولانا سمیع الحق صاحب کے ساتھ ملتے تھے' ان پر جرح کرتے' سوالات کرتے اور جوبات انہیں سمجھ میں نہیں آتی تھی اسے سمجھنے کی کوشش کرتے تھے' اور جوبات ان کو سمجھائی جاتی تھی پھر بھی ان کو سمجھ نہیں آتی تھی' وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ان بوسیدہ عمارات میں چٹائیوں پر سونے والے اور روکھی سوکھی کھانے والوں نے دنیا کی تقدیر کیسے بدلی اور دنیا کا نقشہ کیسا بدلہ' بہرحال مولانا سمیع الحق صاحب کئی حوالوں سے احترام کے مستحق ہیں۔

بہرحال مولانا عبدالحق صاحب جنہوں نے اس مدرسہ کی بنیاد رکھی' ان انٹرویوز سے ان کا تعارف بھی ہو رہا ہے ان کے مدرسہ اور مشن کا بھی تعارف ہو رہا ہے' کتاب میں مولانا دلائل بھی فراہم کر رہے ہیں' طالبان کا دفاع بھی کر رہے ہیں اور اہل مغرب سے سوال بھی کر رہے ہیں' ہمارے گورنر تھے پنجاب کے ملک غلام مصطفیٰ کھر صاحب ایک جلسہ میں گفتگو کرتے ہوئے جہاں میں بھی موجود تھا' انہوں نے کہا کہ میں نے اپنی زندگی میں بہت لوگ دیکھے ہیں گورنر کے طور پر بھی وزیر کے طور پر بھی بھٹو صاحب کے ساتھ رہتے ہوئے بھی مگر میں نے ایک شخص ایسا دیکھا ہے کہ ویسا شخص

پھر میں نے زندگی میں نہیں دیکھا تو بڑا تعجب ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ مولانا عبدالحق جیسا شخص میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا اور بھٹو صاحب نے بھی یہی دیکھا اور اس کی تفصیل جو انہوں نے بیان کی کہ بھٹو صاحب سے وہ ملاقات کے لئے آئے' اور ان سے کوئی گزارش کی' کوئی معاملہ تھا' سو ان سے گفتگو کی اور جب واپس ہونے لگے تو ایک بریف کیس جو نوٹوں سے بھرا ہوا تھا' مولانا صاحب کو یہ پتہ نہیں تھا کہ اس میں کیا ہے' بھٹو صاحب نے کہا کہ مولانا یہ آپ کے لئے ہے اسے ساتھ لے جائیں تو انہوں نے کہا کہ بھلا اس میں ہے کیا؟ تو انہوں (بھٹو) نے کہا کہ یہ دارالعلوم کے لئے ہدیہ ہے اور وہاں جو غریب طلباء پڑھتے ہیں ان کے کام آجائیں گے' پھر انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا؟ پھر انہوں نے کھول کر دیکھا تو وہ بریف کیس نوٹوں سے بھرا تھا مولانا عبدالحق صاحب نے یہ بریف کیس اٹھا کر دور پھینک دیا اور کہا کہ مجھے آپ ذلیل کرانا چاہتے ہیں۔ تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس مدرسہ کی بنیاد رکھی' اور خود مولانا سمیع الحق یہ بتاتے ہیں کہ ہمارا گھر کچا تھا اور تنور اس کے اندر تھا اور ان کی والدہ مدرسے کے طالبعلموں اور استاذوں کی روٹیاں وہاں تنور میں لگایا کرتی تھیں ان کے گھر میں تنور میں ایندھن ڈالنے کے لئے جب کیکر لایا جاتا تو جگہ جگہ اس کے کانٹے بکھر جاتے تھے اور کانٹے بکھرتے تھے تو یہ بچوں کے پاؤں میں چبھ جاتے تھے۔ مولانا سمیع الحق کے پاؤں میں اور دوسرے بچوں کے پاؤں میں چبھتے تھے۔ مولانا عبدالحق سے یہ بات کرنے کی جرأت نہیں تھی کہ اس تنور کا کچھ اور انتظام کیا جائے تو یہ بات مولانا عبدالحق کو اس کے بہنوئی کے ذریعے موقع پا کر کہلوائی گئی کہ سمیع الحق کی والدہ کو تکلیف ہے بچوں کو کانٹے چبھتے ہیں' صحن نہیں ہے اس تنور کو باہر کیا جائے۔ کہ اس طرح بچوں کی تکلیف رفع ہو جائے گی۔

جناب اکرام اللہ شاہد صاحب (ڈپٹی سپیکر سرحد اسمبلی)

مجھے اس وقت علامہ اقبال کا ایک شعر یاد آرہا ہے اور یہ شعر شاید اس کتاب کا خلاصہ ہوگا۔

؎ کھول کر آنکھیں میرے آئینہ گفتار میں　　آنے والے دور کی دھندلی سی ایک تصویر دیکھ

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے ۱۹۹۸ء سے تاحال دارالعلوم حقانیہ میں مغربی میڈیا کے صحافی حضرات کو جو انٹرویوز دیئے ہیں ان انٹرویوز میں آپ نے عالم اسلام اور ملت مسلمہ کی مکمل ترجمانی کی ہے آپ نے ببانگ دہل اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس وقت امت مسلمہ اور پوری دنیا میں جو دہشت گردی ہو رہی ہے اس کا سرغنہ بانی اور سب سے بڑا دہشت گرد امریکہ ہے اس کی وجہ سے امت مسلمہ کے امن و سکون کا بیڑا غرق ہوا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مغربی میڈیا نے اسلام کو برے ناموں اور برے انداز سے پیش کر دیا ہے' اسلام تو امن و آشتی کا دین ہے' اسلام باہمی اخوت و محبت کا درس دیتا ہے اسلام اور مسلمان کبھی بھی دہشت گرد نہیں ہو سکتا ہے' حضور اکرم ﷺ نے جب بھی کسی معرکہ کیلئے صحابہ کرام کو بھیجا تو یہ ہدایات بھی دیئے کہ وہ کسی بوڑھے دشمن پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ (باقی صفحہ ۵۱ پر)

پروفیسر ڈاکٹر محمود الحسن عارف *

روداد دو روزہ بین الاقوامی سیمینار

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی' حیات و خدمات

زیر اہتمام عالمی رابطہ ادب اسلامی' پاکستان

باشتراک علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی و بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد

عالمی رابطہ ادب اسلامی' پاکستان ''ادب اسلامی'' سے دل چسپی رکھنے اور اس کی تخلیق و تحقیق میں حصہ لینے والے اسلامی ادیبوں کی ایک بین الاقوامی تنظیم ہے۔ اس کی تاسیس نامور مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ۱۹۸۴ء میں عالم اسلام کے بیسیوں عربی اور غیر عربی علماء اور دانش وروں کے مشورے کے بعد فرمائی اس وقت اس کی شاخیں چودہ کے قریب اسلامی ممالک میں کام کر رہی ہیں۔

اس ادبی تنظیم کی مجلس انتظامیہ نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت اور ان کی خدمات پر' جو پانچ سو سے زیادہ چھوٹی بڑی کتابوں کے مولف ہیں' ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد کرنے کا پروگرام بنایا' جس کے لئے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سید الطاف حسین اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے نائب صدر ڈاکٹر محمود احمد غازی نے بڑی فراخ دلی کے ساتھ تعاون کا وعدہ فرمایا۔

سیمینار میں بھارت سے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی قیادت میں (جو ندوۃ العلماء لکھنو کے ناظم اعلیٰ اور چوبیس کروڑ مسلمانوں کے عائلی حقوق کی نمائندگی کرنے والے ''مسلم پرسنل بورڈ کے چیئرمین بھی ہیں) بیس سے زیادہ اہل علم و دانش کی شرکت متوقع تھی' مگر ان حضرات کو بروقت ویزہ نہ ملنے کی بنا پر ان کی آمد ممکن نہ ہوسکی' تاہم سیمینار میں جنوبی افریقہ اور ایران سے آنے والے وفود نے شرکت کی' جب کہ ڈاکٹر عبدالقدوس ابو صالح اور مولانا سید محمد رابع حسنی نے اپنے پیغامات کے ذریعے اس میں شرکت فرمائی۔

* نائب صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی' لاہور پاکستان

پہلی نشست 20 صفر ۱۴۲۵ھ / 10 اپریل 2004 (مین آڈیٹوریم علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' اسلام آباد)

ہفتہ (۲۰ صفر ۱۴۲۵ھ' ۱۰ اپریل ۲۰۰۴ء) کا دن اسلام آباد کے لئے ایک تاریخی دن تھا' اس دن دو روزہ بین الاقوامی سیمینار مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ''حیات و خدمات'' کا افتتاح ہونا تھا۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی فضاؤں میں رنگ برنگے پرچم اور خیر مقدمی بیز رنگ اور خوشیاں بکھیر رہے تھے' ۹ بجے ہی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ''مین آڈیٹوریم'' میں اہل علم و دانش آنا شروع ہو گئے تھے' ساڑھے نو بجے پورا ہال بھر چکا تھا' ٹھیک نو بج کر ۴۰ منٹ پر تقریب کا باقاعدہ آغاز ہوا' تلاوت قرآن مجید کی سعادت ڈاکٹر قاری محمد طاہر (سابق استاد شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد و مدیر اعلیٰ اخبار رابطہ) نے اور نعت بحضور سرور کونین پیش کرنے کا شرف ڈاکٹر جنید ندوی (استاد بین الاقوامی' اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد) نے حاصل کیا' اس نشست میں ڈاکٹر سید سلمان ندوی' حاجی شیخ نذیر احمد' مولانا سمیع الحق (مدیر اعلیٰ ماہنامہ الحق اور مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) اور جناب ڈاکٹر سید الطاف حسین وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی مہمانان خصوصی تھے۔

اجلاس میں میز بانی کے فرائض ڈاکٹر محمد ضیاء الحق (صدر شعبہ اسلامک لاء علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) نے انجام دیئے' انہوں نے اپنے تمہیدی کلمات میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت اور خدمات کو زبردست الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے لئے یہ بہت بڑے اعزاز کی بات ہے کہ اس عظیم شخصیت پر عالمی سیمینار ہماری جامعہ میں انعقاد پذیر ہو رہا ہے' بعد ازاں صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان حافظ فضل الرحیم نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ جس میں انہوں نے اس سیمینار میں شرکت کرنے والے مندوبین' مہمانان گرامی' خصوصاً صدر مجلس جناب گورنر پنجاب کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا۔

انہوں نے عالمی رابطہ ادب اسلامی کے قیام کے پس منظر' اس کے اغراض و مقاصد اور ''ادب اسلامی'' کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ عالمی رابطہ ادب اسلامی کا قیام بیسویں صدی کے اہم ترین واقعات میں سے ایک ہے' یہ اسلام پسند ادیبوں کی ایک بین الاقوامی تنظیم ہے' جو قومیت پسند اور ترقی پسند ادب کا جواب دینے کے لئے عمل میں لائی گئی تھی' یہ ایک علمی اور ادبی برادری ہے اور دنیا میں با مقصد اور اصلاحی ادب کا فروغ چاہتی ہے......... یہ تنظیم یوں تو صدیوں سے کسی نام اور کسی اصطلاح کے بغیر کام کر رہی ہے مگر اسے موجودہ شکل ۱۹۸۴ء میں دی گئی' پاکستان میں اس کی تاسیس ۱۹۹۴ء میں عمل میں آئی' انہوں نے اس سیمینار علمی اور اس کے فکری پس منظر کو اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ سید ابوالحسن ندوی کا ادبی علمی اور تحقیقی دور نصف صدی سے زیادہ عرصے پر محیط ہے۔ ان کی ذات اصل میں اہل علم و دانش کے لئے ایک علمی ''نمونے'' اور ایک مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کے ہاں اپنے عہد کا بہترین ادب دیکھنے اور پڑھنے کو ملتا ہے اس لئے ان کی علمی شخصیت اور کارناموں کا مطالعہ اعلیٰ اور وقیع ترین علمی اور فکری افکار کے مطالعہ کے ساتھ

ساتھ ان کے اظہار و بیان کی اعلیٰ ترین صورتوں کو بھی محیط ہوگا۔ مولانا کے خطبے کو بڑی دلچسپی سے سنا گیا۔

عالمی رابطہ ادب اسلامی کے مرکزی صدر ڈاکٹر عبدالقدوس ابوصالح (ریاض، سعودی عرب) چند وجوہ کی بنا پر تشریف نہ لا سکے۔ انہوں نے اس سیمینار کے لئے اپنا پیغام بھجوایا، جسے ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے حاضرین کو پڑھ کر سنایا اور پھر اس کا مفہوم بھی حاضرین کے سامنے بیان کیا، اس پیغام مین انہوں نے اس سیمینار کے انعقاد پر اپنی بے پایاں مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے موزوں ترین قدم قرار دیا اور اس رائے کا اظہار کیا، اس سیمینار کے انعقاد سے مولانا کے علمی اور فکری کارناموں پر نئے سرے سے مطالعے اور تحقیق کا آغاز ہوگا۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے جو ممالک مشرقی ایشیا کے صدر بھی ہیں، اس موقع کے لئے اپنا پیغام بھجوایا، جسے ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے پڑھ کر سنایا، مولانا نے اپنے اس پیغام میں رابطہ ادب اسلامی پاکستان کے ذمہ داران کو اس مذاکرہ علمی کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی، اور کہا کہ ماضی میں ادب کا اسلام سے تعلق صرف اسی قدر سمجھا جاتا رہا ہے کہ اسلام نے اس کے محتاط اور پرہیز گار حصہ کی اجازت دی ہے، نیز اس کے ہمدردی کے شعر و ادب کو عربی کے اسلامی مراجع، یعنی قرآن وحدیث کی عبارتوں کے مطالب کے تعین اور اس کی وضاحت میں مدد لینے کیلئے لائق مطالعہ واستفادہ قرار دیا ہے، لیکن یہ بات ایک عرصہ سے ذہنوں سے مخفی ہو رہی تھی کہ زندگی کے صالح اور قابل استفادہ حقائق کو دوسروں تک منتقل کرنے اور خیر خواہانہ وخیر پسندانہ ترجمانی کے کام میں ادب کیا عظیم خدمت انجام دے سکتا ہے۔ اور دیتا رہا ہے، جس کی مثالیں خود کلام اللہ اور کلام رسول اللہ ﷺ میں ہم کو اعلیٰ پیمانے کی ملتی ہیں، اور اسلام کی شروع کی صدیوں میں اس پر عمل بھی ہوا ہے۔ انسانی زندگی صرف سطحی واقعات پر ہی مبنی نہیں ہوتی، وہ اپنے اندر احساسات وتاثرات کی ایک دنیا رکھتی ہے اور اس میں خیر طلبی اور خیر پسندی کا بھی مزاج ودیعت کیا گیا ہے۔ اس کیلئے انسانوں کے مابین ایسی ترجمانی کی بھی ضرورت ہوتی ہے جس کے ذریعہ دل کی بات دل تک، بحسن وخوبی منتقل ہو جائے، اس کیلئے ادب ایک بہت اچھا ذریعہ بنتا ہے۔

ہم تاریخ اسلام کے علمی وثقافتی کے سرمایہ کا گہری نظر سے جائزہ لیتے ہیں تو ہم کو جگہ جگہ بہت سے ایسے نمونے ملتے ہیں جو ادب کے قابل قدر سرمایہ میں شمار کئے جانے کے پورے مستحق ہیں، ہم کو ان سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیے اور ادب نواز حضرات کے سامنے لانا چاہیے، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنے مضامین میں اس کی طرف توجہ بھی دلائی اور بذات خود بھی یہ کام انجام دیا، اور ان کے تعاون وفکر مندی سے رابطہ ادب اسلامی کا یہ عالمی ادارہ وجود میں آیا اور سرگرم عمل ہوا، اور الحمدللہ یہ آج برگ وبار لانے لگا ہے، انہوں نے کہا کہ: میں مولاناؒ سے قریبی تعلق کی بناء پر اس اقلیم کے ذمہ داروں کو اپنا احساس تشکر پیش کرتا ہوں اور اپنی مسرت اور قدردانی کا اظہار کرتا ہوں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے وائس چانسلر، ڈاکٹر سید الطاف حسین نے اپنے خیر مقدمی اور تہنیتی کلمات میں

اس سیمینار کے انعقاد پر عالمی رابطہ ادب اسلامی کے ذمہ داران کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان کی جامعہ ایک بین الاقوامی حیثیت کی حامل ہے، جہاں علوم اسلامیہ کے پانچ مستقل شعبے ایک کلیہ کی صورت میں کام کررہے ہیں، انہوں نے امید ظاہر کی کہ اس سیمینار کے انعقاد سے وقت کی بہت بڑی ضرورت پوری ہوگی، انہوں نے گورنر پنجاب جناب خالد مقبول کا شکریہ ادا کیا کہ وہ پہلی مرتبہ بین الاقوامی، اسلامی یونیورسٹی میں تشریف لائے ہیں، بعدازاں انہوں نے اپنے بطور وائس چانسلر یہاں آنے کے بعد سے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے علمی اور انتظامی ماحول میں آنے والی تبدیلیوں کی تفصیل بیان کی۔

مولانا سید سلیمان ندوی (مؤلف سیرۃ النبی) کے صاحبزادے اور ڈربن یونیورسٹی (جنوبی افریقہ) میں کلیہ علوم اسلامیہ کے سابق ڈین اور نامور سکالر ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے اپنے کلیدی خطاب میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کے علمی اور فکری پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ مولانا کے والد اور دادا بھی تصنیفی اور تالیفی دنیا میں نام رکھتے تھے، انہوں نے مزید کہا کہ سوانح نگاری کا جو سفر علامہ شبلی نعمانی سے شروع ہوا تھا وہ مولانا ندوی پر حد کمال کو پہنچ گیا ہے، مولانا ندوی بڑی صالح فطرت اور بڑی متوازن شخصیت کے حامل تھے، وہ جن لوگوں سے بے حد متاثر تھے ان میں سید سلیمان ندوی بھی، شامل تھے، جس کا ثبوت پرانے چراغ میں مولانا کا لکھا ہوا، سید سلیمان ندوی کا تذکرہ ہے، جو بڑے ہی موثر انداز میں لکھا گیا ہے، آخر میں انہوں نے شاہ عبدالقادر رائے پوری کے وہ الفاظ، جو انہوں نے مولانا کے بارے میں کہے تھے اور جن میں انہوں نے مولانا ندوی کی عمدہ ترین انداز میں تعریف و تحسین کی تھی، حاضرین کو پڑھ کر سنائے۔

آخر میں صدر مجلس گورنر پنجاب نے اپنے صدارتی کلمات میں مولانا مرحوم کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ انہوں نے مولانا کی کتاب ''ماذا خسر العالم'' کا اردو ترجمہ ''مسلمانوں کے عروج و زوال کا انسانی دنیا پر اثر'' پڑھی ہے۔ اس کتاب سے سوچ اور فکر کے لئے کئی گوشے کھلتے اور آنکھوں کے سامنے آتے ہیں، انہوں نے کہا ہمارا یہ دور بڑا پرآشوب دور ہے، ہماری دنیا کو بہت سے چیلنج درپیش ہیں، ہمارے دور کا ایک چیلنج تو وہ ہے جو اسلام اور مغرب کی کشمکش کے حوالے سے درپیش ہے، اس موقع پر ہمیں دنیا کو اسلام کے متعلق وہ حقائق بتانے کی ضرورت ہے جو اس وقت تک ان سے مخفی رہے، انہوں نے کہا کہ اسلام ''سماجی انصاف پسند'' بزرگوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت اور عورتوں یتیموں اور بیواؤں کے حقوق کی تعلیم دینے والا مذہب ہے۔ اسلام اقلیتوں کے حقوق کی نہ صرف حمایت کرتا ہے، بلکہ ان کا محافظ اور نگہبان بھی ہے، نبی اکرم ﷺ کا نجران کے عیسائیوں کو مسجد نبوی کے صحن میں عبادت کی اجازت دینا اور حضرت عمرؓ کے فتح بیت المقدس کے موقع پر ان کی طرف سے اجازت ملنے کے باوجود ان کے گرجا گھر میں اس بنا پر عبادت نہ کرنا کہ اس سے مستقبل میں کہیں ان سے یہ گرجا گھر نہ چھین لیا جائے۔ وغیرہ قسم کے امور سے اسلام کی وسیع المشربی کا پتہ چلتا ہے، اسلام غیر مسلموں کے حقوق کا نہ صرف یہ کہ داعی ہے، بلکہ ان کا محافظ بھی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو

جہاد کی جو اجازت دی ہے اس میں واضح کیا گیا ہے کہ یہ اجازت اس لئے دی جا رہی ہے کہ اگر ظلم کو نہ روکا گیا‘ تو خطرہ ہے کہ عیسائیوں کے گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے ویران ہو جائیں گے‘ انہوں نے کہا کہ موجودہ حالات میں اہل علم و ادب کی ذمہ داریاں پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی ہیں اور ہمیں مولانا ندوی ہی کے انداز میں اسلام کی دعوت کو عام کرنے کے لئے محبت اور صلح کل کا انداز اختیار کرنا چاہیے۔ انہوں نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے خوشگوار ماحول کی تعریف کی اور موجودہ وائس چانسلر ڈاکٹر الطاف حسین کے تعلیم کو عام کرنے کیلئے اٹھائے گئے مثبت اقدامات کو سراہا۔

بعد ازاں صدر مجلس نے ڈاکٹر سید الطاف حسین (وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) حاجی شیخ نذیر احمد (نذیر اینڈ کمپنی)‘ ڈاکٹر سید سلمان ندوی (جنوبی افریقہ) کو عالمی ادب اسلامی کی طرف سے اور حافظ فضل الرحیم‘ ڈاکٹر سید سلیمان ندوی‘ مولانا سمیع الحق کو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی طرف سے شیلڈ دیں‘ جبکہ ڈاکٹر عبدالقدوس ابوصالح اور مولانا رابع حسنی ندوی کی شیلڈ علی الترتیب ڈاکٹر زاہد اشرف (ڈائریکٹر اشرف لیبارٹریز و سیکرٹری عالمی رابطہ ادب اسلامی) اور ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی (صدر شعبہ عربی کراچی یونیورسٹی) نے وصول کیں۔

ڈاکٹر علی اصغر چشتی (ڈین کلیہ علوم اسلامیہ و عربیہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے آخر میں حاضرین کا شکریہ ادا کیا‘ اور دعا کرائی (اس کے بعد علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی طرف سے گورنر پنجاب اور مہمانوں کی چائے سے تواضع کرائی گئی۔)

<u>دوسری نشست: (مین آڈیٹوریم علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی‘ اسلام آباد)</u>

دوسری نشست نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد تقریباً ۱۵:۱ پر شروع ہوئی۔ اس کی صدارت ڈاکٹر سید الطاف حسین (وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) نے کی۔ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ یہ سعادت ڈاکٹر قاری محمد طاہر نے حاصل کی۔ نقابت کے فرائض ڈاکٹر زاہد اشرف نے عمدگی کے ساتھ انجام دیئے۔ بعد ازاں مقالات کا سیشن ہوا‘ مقالہ نگاروں نے سید ابوالحسن ندوی کی دل آویز شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کیا‘ ے اور ان کی شخصیت اور انکی خدمات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی...... اس نشست میں حافظ زاہد علی ملک (استاد گورنمنٹ کالج شیخوپورہ) نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی عربی تصنیف ”ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین“ کا علمی اور فکری جائزہ لیا‘ انہوں نے فرمایا کہ مولانا کی یہ کتاب بڑی انقلاب آفرین کتاب ہے اور یہ کتاب مولانا کے عرب دنیا میں تعارف کا ذریعہ بنی‘ اس کتاب نے علمی دنیا میں صدیوں کے جمود کو توڑا ہے‘ ڈاکٹر سعید الرحمٰن (شعبہ علوم‘ اسلامیہ‘ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان) نے...... مولانا بحیثیت سوانح نگار شاہ عبدالقادر رائپوری‘ مقالہ پڑھا‘ انہوں نے قرار دیا کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جنوب مغربی ایشیا کے اس خطہ کی وہ معروف شخصیت ہیں‘ جن کے قلم نے دعوت دین کے بہت سے گوشوں پر نہ صرف قیمتی معلومات سے روشناس کرایا‘ بلکہ حاملان دین کے تعارف کے ذریعہ دین کے علمی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا ہے۔ انہوں نے اس عظیم الشان شخصیت کا انتخاب کیا جو عوام الناس کی زندگی کا رخ اس انداز

سے تبدیل کر دیتی تھیں کہ دین اسلام ان کے قلوب میں رچ بس جاتا تھا۔ مولانا محمد یوسف خان (استاد حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور و اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج باغبانپورہ لاہور) نے ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے نزدیک مستقبل کے علماء کو کن اوصاف کا حامل ہونا چاہیے'' کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کئے' ان کے نزدیک امت مسلمہ کو ایسے علماء کی ضرورت ہے جو اپنے خیالی جزیروں میں پناہ لینے یا ساحل کے خاموش تماشائی بننے یا حالات کے دھارے میں بہنے والے خس و خاشاک کی طرح ہونے کے بجائے صدق و اخلاص' حصول کمال' امتیاز و خصائص جیسی خصوصیات سے آراستہ ہو کر حالات کو بدلنے کو عزم و حوصلہ لے کر امت مسلمہ کو پستی' افسردگی' کنارہ کشی اور پسپائی سے نکالنے کا ذریعہ بنیں' ڈاکٹر شفقت اللہ رانا (ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ عربی۔ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی' ملتان) نے عربی صرف و نحو کی تدریس کے لئے حضرت علی میاں کا تعلیمی خاکہ...... پیش کیا' اور قرار دیا کہ مولانا کا مرتب کردہ تعلیمی خاکہ عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے' انہوں نے کہا کہ مولانا ندوی صرف و نحو کے قدیم طرز تعلیم میں تبدیلی کی ضرورت محسوس کرتے تھے' وہ اس بات کے قائل تھے کہ قواعد کی ابتدائی کتابیں مادری زبان میں پڑھائی جائیں۔ وہ صرف و نحو کے قواعد کو نظری کے بجائے اطلاقی طریقے سے پڑھانے کی تاکید کرتے تھے۔ وہ صرف و نحو کے بھاری بھرکم نصاب کے بجائے مختصر مگر موثر نصاب لاگو کرنے کے خواہاں تھے' ڈائریکٹر' مسند سیرت' جامعہ اسلامیہ' بہاولپور) نے مولانا ابوالحسن علی ندوی بحیثیت مصلح و داعی اسلام کے موضوع پر حاضرین کو بصیرت عطا کی' انہوں نے کہا کہ ایک اچھے داعی اور مصلح میں جو خصوصیات ہونی چاہئیں' وہ مولانا میں موجود تھیں' حافظ نجم الحق (ناظم اعلیٰ خیر المدارس' ملتان) نے مولانا علی میاں بحیثیت ماہر تعلیم و نصاب ساز مقالہ پڑھا...... انہوں نے بتایا کہ مولانا ایک بہت اچھے ماہر تعلیم بھی تھے۔ انہوں نے اپنے زمانے میں ندوۃ العلماء کے نصاب میں جو تبدیلیاں کیں۔ اس کے بہت مثبت اثرات پیدا ہوئے' اور بڑے اعلیٰ پائے کے علماء وہاں سے نکلے' اور پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (سابق ڈین کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ و مدیر اعلیٰ قافلہ ادب اسلامی و سابق صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی) نے ماذا خسر العالم پر ایک نظر کے عنوان سے مقالہ پڑھا' اور مولانا کی کتاب کو اپنے موضوع اور انداز بیان کی بنا پر منفرد قرار دیا' یہ تمام مقالات بڑے علمی اور فکری انداز میں مرتب کئے گئے تھے' حاضرین نے ان مقالات کو بڑی توجہ اور انہماک سے سنا۔

اس نشست کے مہمان خصوصی سینیٹر مولانا سمیع الحق نے اپنے خطاب میں ہندوستان سے آنے والے علماء کرام کو ویزہ نہ دینے کے مسئلے پر حکومت کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا اور اس سیمینار کے انعقاد پر منتظمین کو مبارکباد پیش کی۔ انہوں نے کہا کہ مولانا علی میاں نے نصاب تعلیم کے حوالے سے جو تجاویز دی تھیں' ان پر عمل ہونا چاہیے' انہوں نے اپنی طرف سے اپنے ادارے کی طرف سے اس سلسلے میں ہر طرح کی مدد اور تعاون کا یقین دلایا اور مولانا کی گفتگو کو بڑے سکون اور توجہ سے سنا گیا۔

آخر میں صدر مجلس ڈاکٹر سید الطاف حسین نے اپنے صدارتی کلمات میں اس نشست میں پڑھے جانے والے مقالات کے علمی اور فکری پہلو کو تسلی بخش قرار دیا' انہوں نے کہا کہ یہ سیمینار ایک ایسے وقت میں منعقد ہوا جب عالم اسلام کو ایسے افراد اور ایسے اشخاص کی ضرورت ہے جو علمی اور فکری قیادت کے خلا کو پورا کر سکیں' انہوں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے علوم اسلامیہ کی تدریس و اشاعت کیلئے اٹھائے گئے اقدامات کا خصوصی طور پر ذکر کیا' جس کے تحت ...... فاصلاتی نظام کے ذریعے یونیورسٹی علوم اسلامیہ کی تدریس و اشاعت کا اہتمام کر رہی ہے' آخر میں انہوں نے اس سیمینار میں شرکت کرنے والے اہل علم و فضل کا شکریہ ادا کیا۔ معروف سکالر ڈاکٹر سید سلمان ندوی کی دعا پر نشست کا اختتام ہوا (بعد ازاں گورنر پنجاب جناب خالد مقبول صاحب کی طرف سے شرکاء کے اعزاز میں ظہرانہ دیا گیا)

تیسری نشست : (مین آڈیٹوریم علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' اسلام آباد)

عالمی رابطہ ادب اسلامی کے زیر اہتمام انعقاد پذیر سیمینار کی تیسری نشست بعد از نماز مغرب شروع ہوئی' آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ یہ سعادت گوجرانوالہ سے آئے ہوئے حافظ محمد منیر نے حاصل کی...... صدارت معروف محقق اور دانشور ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے کی۔

ڈاکٹر زاہد اشرف نے ...... مقالہ نگاروں اور ان کے مقالات کے تعارف کی رسم کو نبھایا' اس نشست میں سب سے پہلے مقالہ نگار گورنمنٹ کالج آف کامرس لاہور سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر سرفراز خالد تھے' جنہوں نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مسلم نوجوان'' کے عنوان پر مقالہ پڑھا' انہوں نے کہا کہ مولانا مسلم نوجوانوں سے بڑی توقعات رکھتے تھے' اور ان کی خواہش تھی کہ مسلم نوجوان اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوں اور زمانے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا جانتے ہوں' بعد ازاں ڈاکٹر نور الدین جامی (صدر شعبہ اسلامیات بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان) نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ ''صحبتے با اہل دل کے تناظر میں'' کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کئے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا کی کتاب ''صحبتے با اہل دل دراصل شاہ محمد یعقوب مجددی کے ارشادات و ملفوظات پر مشتمل ہے۔ جو اٹھائیس مجالس کے ملفوظات پر مبنی ہے' ...... انہوں نے کہا کہ مولانا علی میاں اس حقیقت سے شناسا ہیں کہ جب بھی امت محمدیہ پر مشکل وقت پڑا اور مسلمان روبہ تنزل ہوئے ان اہل اللہ نے مسلمانوں کو قنوطیت سے نکال کر رجائیت کے راستے پر گامزن کیا۔ اسی لئے مولانا نے صوفیا کی سوانح ہائے حیات اور ان کے ملفوظات کو جمع کرنے پر خصوصی توجہ دی' اور یہ ملفوظات بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں' محترمہ حفصہ نسرین (مدیر اردو دائرہ معارف اسلامیہ) نے مولانا ندوی اور پاکستان پر اپنے خیالات پیش کئے' انہوں نے کہا کہ مولانا کا رجحان اگرچہ تقسیم کی مخالفت کرنے والے علماء کی طرف زیادہ تھا' لیکن جب پاکستان بن گیا' تو انہوں نے ہمیشہ اس کی تعمیر و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تاکید کی' ڈاکٹر انور محمود خالد (صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی' فرع' فیصل آباد) نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی'' خاکہ نگاری ......

پرانے چراغ کے حوالے سے'' کے عنوان پر اظہار خیال کیا' انہوں نے کہا کہ پرانے چراغ کی دونوں جلدوں میں بیالیس شخصیات کا تذکرہ کیا گیا ہے' یہ سب مضامین مصنف نے معاصر شخصیات کی وفات کے بعد لکھے ہیں' لہذا انہیں ان شخصیتوں کی سوانح حیات یا مکمل تذکرہ و تاریخ یا ادبی خاکے سمجھنا غلط ہوگا۔ یہ درحقیقت نقوش و تاثرات کا ایک مجموعہ ہے جو اپنی یادوں' ذاتی تجربات و واقعات' خطوط اور ذاتی تحریروں کی مدد سے تیار کیا گیا ہے' ان شخصی خاکوں کے ذریعے مصنف نے انسانی زندگی' اسلامی سیرت و اخلاق' اور ظاہری و باطنی کمالات کے کچھ عملی نمونے سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے کہا پرانے چراغ میں جن لوگوں کے خاکے پیش کئے ہیں' ان میں سے سے عمدہ اور سب سے پہلا خاکہ سید سلیمان ندوی کا ہے' ڈاکٹر محمد صدیق شبلی (سابق ڈین کلیہ علوم اسلامیہ وشرقیہ' علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' اسلام آباد نے)..... مولانا ابوالحسن علی ندوی کی اقبال شناسی پر اپنا مقالہ پڑھا' انہوں نے کہا کہ مولانا ابوالحسن ندوی بنیادی طور پر ایک عالم تھے ان کی تصانیف کی ایک عالمانہ شان ہے ان میں حقائق کی بجا آوری ان کا تجزیہ و تحلیل اور نتائج کا استخراج ملتا ہے' انہوں نے کہا کہ مولانا کی کتاب روائع اقبال کو عرب دنیا میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی ...... یہ کتاب ایک بلند پایہ عالم کے قلم سے نکلی تھی' جس نے اقبال کو پوری دیانت داری اور صحت کے ساتھ پیش کیا تھا' یہی وجہ ہے کہ جب نقوش اقبال کے نام سے روائع اقبال کا ترجمہ شائع ہوا تو علمی حلقوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ڈاکٹر محمود الحسن عارف' (نائب صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی' پاکستان) نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی' بحیثیت نثر نگار کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کئے' انہوں نے کہا کہ اردو زبان کم عمر ہونے کے باوجود دنیا کی وہ زبان ہے جس میں ہر طرح کے موضوعات پر عمدہ مواد ملتا ہے' جہاں تک نثر نگاروں کا تعلق ہے تو اردو میں اس کی بھی کمی نہیں ہے' مگر مولانا ابوالحسن علی ندوی کو اپنے خصوصی انداز بیان' اپنی علمیت' روحانی بالیدگی' معلومات کی فراوانی اور لفظوں اور جملوں کی عمدہ بندش کی بنا پر خصوصی امتیاز حاصل ہے' وہ ایک صاحب اسلوب مؤلف تھے' جن کا اسلوب اردو زبان و ادب میں ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ مولانا ندوی کو ان کے تمام معاصرین پر مضامین کی وسعت اور انداز بیان کی ندرت اور خاص طور پر اپنے متواضعانہ انداز بیان کی بنا پر تفوق حاصل ہے' ڈاکٹر خالد ظفر اللہ داؤدی (استاذ شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج سمندری' ضلع فیصل آباد) نے حدیث نبوی اور مولانا سید ابوالحسن ندوی کے عنوان پر خیالات کا اظہار کیا' انہوں نے اپنے مقالہ میں قرار دیا کہ حدیث نبوی سے آپ کا علمی وفکری تعلق بڑا گہرا اور بہت مضبوط ہے' ٹھوس علمی وفکری بنیادوں پر استوار اس تعلق میں عمر بھر کبھی کوئی مداہنت یا مرعوبیت نظر نہیں آئی ..... مستشرقین کے نام نہاد علمی' فکری و تاریخی الزامات یا ان کے ہم نوا منکرین حدیث کے اعتراضات ان میں کسی طور تشکیک و ریب پیدا نہ کر سکے۔ ڈاکٹر محمد جنید (سربراہ شعبہ لازمی مضامین' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد) نے مولانا سید ابوالحسن ندوی کے حالات زندگی اور اردو تصانیف کا مختصر تعارف) کے عنوان سے مقالہ پڑھا' انہوں نے مولانا کی تصانیف پر تفصیل سے گفتگو کی اور کہا کہ مولانا نے کم وبیش ۱۸۷ چھوٹی

بڑی کتب تحریر فرمائی ہیں اور دنیا کے ۵۷ اسلامی ممالک میں شاید ہی کوئی خطہ ایسا ہو جہاں ان کے تحریری یا تقریری اثرات نہ پہنچے ہوں' ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی (کراچی یونیورسٹی' کراچی) نے مولانا ندوی اکابر ومعاصرین اور رفقائے خاص کی نظر میں' کے عنوان پر مقالہ پڑھا' انہوں نے کہا کہ مولانا ندوی ایک ایسی شخصیت تھے کہ ان کی ان کے رفقائے خاص' معاصرین اور اکابرین نے تعریف وتوصیف فرمائی ہے اور ان کے کام کو سراہا ہے۔ جبکہ ڈاکٹر قاری محمد طاہر' نے حیات ندوی کی مخفی جہات پر مقالہ پڑھا' انہوں نے بتایا کہ مولانا ندوی کی زندگی کے کئی پہلو ایسے ہیں جن پر عام لوگوں کی نگاہیں نہیں پہنچیں۔ ہمیں ان کی زندگی کے ان گوشوں کو بھی سامنے لانا چاہیے۔ مثال کے طور پر مولانا ندوی نے پنجاب کے مشہور پہلوان' گاما پہلوان سے ملاقات کی' اسی طرح وہ اپنی جوانی کے دنوں میں ہاکی کھیلا کرتے تھے۔ اور وہ ''فل بیک'' کے طور پر بہت عمدہ دفاع کیا کرتے تھے' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عمومی رویہ زندگی کے متعلق بہت جدت پسندی کا تھا' ڈاکٹر محمد اکرم رانا (شعبہ' اسلامیات بہاؤالدین زکریا' یونیورسٹی' ملتان') نے مولانا ابوالحسن علی ندوی کے فکری' رجحانات پر مقالہ پیش کیا' انہوں نے کہا:

مولانا کی فکر کہتی ہے کہ محض خطابت یا دو چار تصنیفات سے یا کسی نادر تحقیق سے محض کسی نئے طرز میں کسی پرانے خیال کو یا نئے جام میں کسی شراب کہن کو پیش کرنے سے زمانہ میں کوئی نیا انقلاب یا کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی جاسکتی۔ اس زمانے میں ضرورت ہے' کردار وقلب کی' دردمندی اور اندرونی سوز کی' ایسی حرارت کی جو اندر ہی اندر جلا رہی ہو' اعصاب کو پگھلا رہی ہو' مولانا کی نظر میں آج کا تجدیدی کام یہ ہے کہ علماء وفضلاء اسلامی ممالک میں یا غیر اسلامی ممالک میں جہاں بھی ہوں اس کا ایسا جواب دینے کی کوشش کریں' جو لوگوں کو مطمئن کرسکے اور مغربی فلسفہ کا اثر کم کرسکے۔ جو اس وقت پورے عالم اسلام پر اپنا اثر ڈال چکا ہے۔

بعد ازاں صدر مجلس ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے مختصر مگر جامع کلمات میں اس نشست میں پڑھے گئے' مقالات کی اہمیت اور افادیت کا اظہار کیا۔ جس کے بعد مولانا انوار الحق نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے دعا کرائی اور پھر یہ نشست اختتام کو جا پہنچی۔ بعد ازاں اقبال قریشی (قریشی انڈسٹریز) کی طرف سے سیمینار کے شرکاء کو عشائیہ دیا گیا۔

<u>چوتھی نشست (۲۱ صفر ۱۴۲۵ھ / ۱۱ اپریل ۲۰۰۴ء) (مرکزی ہال ادارہ تحقیقات اسلامی' فیصل مسجد' بین الاقوامی' اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد)</u>

چوتھی نشست کیلئے عالمی رابطہ ادب اسلامی کے شرکاء صبح ناشتے کے فوراً بعد تقریباً ۹ بجے ادارہ تحقیقات اسلامی' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے لئے روانہ ہوئے۔ ۳۰ منٹ پر صدر مجلس جسٹس (ر) خلیل الرحمان (ریکٹر بین الاقوامی' اسلامی یونیورسٹی) کی آمد پر جلسے کی کاروائی شروع ہوئی۔ میزبانی کے فرائض ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے انجام دیئے' آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ یہ سعادت حافظ زاہد علی ملک نے حاصل کی۔

سٹیج سیکرٹری نے اس نشست اور اس کے موضوع کے متعلق حاضرین کو بتایا...... بعدازاں ڈاکٹر سلیم طارق (صدر شعبہ عربی' اسلامی یونیورسٹی' بہاولپور) نے اپنے مولانا علی میاں اور ان کا معاصرین کے ساتھ فکری تقابل' کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کئے' انہوں نے قرار دیا کہ مولانا کے معاصرین میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا نام سرِفہرست ہے' مولانا مودودی نے اپنے مقاصد کے حصول کیلئے ایک سیاسی جماعت کو منظم کیا' جبکہ مولانا نے سیاسی جماعت بنانے کے مقابلے میں انفرادی سطح پر اصلاح اور تذکیے کا پروگرام دیا۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ (شعبہ اسلامیات' پنجاب یونیورسٹی' لاہور) نے عالم عربی کا کردار مولانا ابوالحسن علی ندوی کے افکار کی روشنی کے عنوان پر اپنے خیالات کا پیش کئے' انہوں نے فرمایا کہ مولانا ندوی' برعظیم پاک و ہند کے واحد شخص ہیں' جنہوں نے عرب دنیا کو مخاطب کیا' اور انہیں قوم پرستی شعوبیت اور دوسرے فتنوں سے آگاہ کیا' انہوں نے مزید کہا کہ مولانا ندوی کو عالم عربی سے بہت سے توقعات تھیں وہ انہیں دنیا کی مسند امامت وقیادت پر متمکن دیکھنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر ہمایوں عباس (گورنمنٹ کالج یونیورسٹی' لاہور) نے مولانا ابوالحسن علی ندوی ایک منفرد سیرت نگاری کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کئے' انہوں نے قرار دیا کہ مولانا نے سیرت نگاری میں ایک نیا انداز اپنایا ہے' ممتاز احمد خان (کھڈیاں خاص تحصیل و ضلع قصور) نے مولانا علی میاں بحیثیت سوانح نگار مقالہ پڑھا۔ انہوں نے سوانح نگاری کی تعریف کی اور بتایا کہ سوانح نگار کی حیثیت سے مولانا کا مقام بہت بلند ہے' ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب نے مولانا سید ابوالحسن علی نوی کے اصول سیرت نگاری پر اپنے خیالات پیش کئے' ڈاکٹر مسعود احمد مجاہد (صدر شعبہ عربی واسلامیات...... اخوان سائنس کالج' برکی لاہور) کا مقالہ عربی میں تھا انہوں نے کہا کہ مولانا پہلے شخص ہیں جنہوں نے علامہ اقبال کو عرب دنیا میں متعارف کرایا۔ حکیم محمود احمد ظفر (معروف مصنف' سیالکوٹ) مولانا ابوالحسن علی ندوی اور ردّ قادیانیت...... کے عنون پر اپنے مقالات کا خلاصہ پیش کیا اور کہا کہ مولانا ندوی نے فتنہ قادیانیت پر کتاب اپنے پیرومرشد مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے حکم پر مرتب کی' انہوں نے کہا کہ علامہ اقبالؒ نے سید انور شاہ کشمیر کی تعلیمات سے متاثر ہوکر فتنۂ قادیانیت کے خلاف مضامین لکھے اور مطالبہ کیا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ فکری طور پر مولانا ابوالحسن علی ندوی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس فتنے کے بارے میں باہر کے ملکوں کو بتایا' ڈاکٹر سفیر اختر (بین الاقوامی' اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد) نے مولانا ''مکتوبات مفکر اسلام کے آئینے میں'' کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کئے اور ان مکتوبات کی علمی اور فکری اہمیت وعظمت پر روشنی ڈالی' ڈاکٹر حافظ عبدالرحیم (صدرہ شعبہ اسلامیات بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان) کے مقالے کا عنوان تھا: ''القراۃ الراشدۃ'' کا علمی وتدریسی مقام وتحقیقی مطالعہ...... انہوں نے کہا کہ یہ کتاب ایسے عنوان اور موزوں مواد پر مشتمل ہے' جس کے مطالعے سے طالب علم میں عربی زبان کو پڑھنے اور سمجھنے کی لیاقت پیدا ہوتی ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی کے اصول سیرت نگاری کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کئے۔ مولانا سید محمد رابع

حسنی ندوی کا مقالہ مولانا بحیثیت معمار ملت' اس نشست کا کلیدی مقالہ تھا' جسے ڈاکٹر زاہد اشرف (سیکرٹری عالمی رابطہ اسلامی) نے پڑھا' اس نشست کے مہمان خصوصی ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے اپنے کلیدی خطاب میں مولانا کی بطور سوانح نگار اور بطور سیرت نگار خدمات کو سراہتے ہوئے بتایا کہ مولانا کی کتابیں پورے عالم اسلام میں بڑے شوق سے پڑھی جارہی ہیں' اور عالم اسلام کی تمام فکری تحریکوں کے لئے بنیاد فراہم کررہی ہیں' انہوں نے کہا کہ مولانا ندوی روایتی طرز کے عالم نہیں تھے' انہوں نے عام علماء کے برعکس ایسے موضوعات پر بھی لکھا ہے جسے عام طور پر علماء کے یہاں پسند نہیں کیا جاتا۔ اس موقع پر پروفیسر خالد علوی (ڈائریکٹر دعوۃ اکیڈمی) نے اظہار خیال کیا......سب سے آخر میں جسٹس (ر) خلیل الرحمان نے اپنے صدارتی کلمات میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا' اور پھر جلسہ برخاست ہوگیا۔ آخر میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کی طرف سے شرکاء کو چائے پیش کی گئی......

اختتامی پانچویں نشست

مورخہ ۲۱ صفر ۱۴۲۵ھ/ ۱۱ اپریل ۲۰۰۴ء (فیصل مسجد بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد)

مورخہ ۱۱ اپریل ۲۰۰۴ء کو عالمی رابطہ ادب اسلامی کے سیمینار مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی آخری نشست ''ادارہ تحقیقات اسلامیہ'' فیصل مسجد بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد کے مرکزی ہال میں ہوئی۔ اجلاس میں ملک بھر کی جامعات اور بیرون ملک سے آئے ہوئے مندوبین نے شرکت کی' اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت اور ان کے کارناموں پر روشنی ڈالی' جناب محمد اعجاز الحق (وفاقی وزیر برائے امور مذہبی واقلیتی امور) نے صدارت کی۔ آغاز مولانا حافظ فضل الرحیم کی تلاوت قران کریم سے ہوا' جبکہ نعت پیش کرنے کی سعادت پروفیسر حسین لنگڑیال (لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج بورے والا) نے حاصل کی۔

ڈاکٹر سلیم طارق (صدر شعبہ عربی' اسلامیہ یونیورسٹی) نے اپنے تاثرات میں اس سیمینار کو ہر پہلو سے کامیاب قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس سیمینار میں پہلی مرتبہ دینی مدارس کے اساتذہ اور کالجوں اور جامعات کے اہل علم وفضل کو یکجا کیا گیا ہے۔ جس کی اس وقت بہت ضرورت ہے۔ زاہدان (ایران) سے آئے ہوئے مندوب مفتی محمد قاسم نے اپنے مقالے میں مولانا ندوی کی انقلاب انگیز فکر پر اظہار خیال کیا' انہوں نے بتایا کہ ایران میں مولانا کی کتاب ''ماذا خسر العالم'' کا فارسی ترجمہ ''انقلاب ایران'' سے پہلے ہوگیا تھا اور چند ہی برسوں میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوگئے تھے اور پھر حکومت نے اس پر پابندی لگادی' قائد انقلاب امام خامینائی اس سے متاثر تھے انہوں نے مزید کہا کہ موجودہ کٹھن اور پرآشوب دور میں مولانا ندوی کی تعلیمات پر عمل کی اشد ضرورت ہے انہوں نے تجویز کیا کہ مغربی نظام تعلیم کے مقابلے میں اسلامی اصولوں پر مبنی نظام تعلیم اپنے کی اشد ضرورت ہے۔ جس میں مغرب سے بھی مفید باتیں لے لی جائیں اور نظام کے ذریعے ایک ایسی نسل تیار کی جائے جو مادی اغراض سے بالاتر ہو' محض اعلائے کلمۃ اللہ کے

لئے کام کرے، انہوں نے بتایا کہ انہوں نے مولانا کی کتاب ''النبی الرحمۃ'' کا ترجمہ ''نبی رحمت'' کے نام سے کیا ہے' اسی طرح التفسیرات السیاسیہ الاسلام کا بھی ترجمہ کیا ہے۔ انہوں نے تجویز کیا کہ ایک بین الاقوامی مرکز قائم کیا جائے' جس کے تحت مولانا ندوی کی کتابوں کا موجودہ زبانوں میں ترجمہ کیا جائے' فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے معروف شاعر ڈاکٹر ریاض مجید نے رابطہ ادب اسلامی اور اس کے پروگراموں میں ادیبوں اور دانش وروں کی شمولیت پر زور دیا۔

تجاویز دسفارشات کے سلسلے میں ابتدائی نشست میں تین ورکنگ گروپ تشکیل دیئے گئے تھے' ان گروپوں کے کنویزوں نے اپنی اپنی رپورٹیں اسی نشست میں پیش کیں۔

جامعہ کراچی سے آئے ہوئے مندوب ڈاکٹر محمد خلیل الرحمان نے اپنی سفارشات میں جامعات میں مولانا ندوی کی مسند قائم کرنے اور حکومت کی طرف سے عالمی ادب اسلامی کے لئے سالانہ گرانٹ مہیا کرنے پر نیز رابطہ کی اپنی لائبریری مع ضروری لوازم کے قیام پر ملکی اور بین الاقوامی سطح پر علمی مذاکروں اور سالانہ تقریب کے اہتمام اور مقالات کی اشاعت کی تجاویز پیش کیں اس گروپ میں ڈاکٹر عبدالرؤف' مولانا محمد اکرم کاشمیری' اور ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی بھی شامل تھے۔

جامعہ بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی' شعبہ اسلامیات کے استاد ڈاکٹر نور الدین جامی نے علاقائی ادب میں اسلامی ادب کی دریافت پر خصوصی توجہ مبذول کرنے کی سفارش کی' انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ علاقائی ادب میں دینی ادب کے مطالعے کے لئے خصوصی اہتمام کیا جائے۔ اس سلسلے میں انہوں نے علاقائی زبانوں میں قرآن حکیم اور صحاح ستہ کے تراجم' سیرۃ النبی پر کتب' صوفیانہ شاعری کے دوسری زبانوں میں تراجم وغیرہ کی تجاویز پیش کیا' اس گروپ میں ڈاکٹر محمد اکرم رانا اور ڈاکٹر شفقت اللہ بھی شامل تھے۔ جبکہ ڈاکٹر انور محمود خالد (عالمی رابطہ اسلامی فرع' اسلام آباد) نے اپنی سفارشات میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ ہندوستان اور پاکستان کے مابین اہل علم ودانش کے ویزے کو آسان بنایا جائے اور غیر ضروری رکاوٹوں کو دور کیا جائے۔ نیز دونوں ممالک کے مابین کتب ورسائل کی ترسیل کو آسان اور ڈاک خرچ کو کم کیا جائے۔ اس گروپ میں ان کے ہمراہ ڈاکٹر ریاض مجید' مولانا زاہد علی (فیصل آباد) اور مولانا محمد یوسف خان بھی شامل تھے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اپنے کلیدی خطاب میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی' انہوں نے کہا کہ مولانا اردو زبان کے تو صاحب طرز ادیب تھے' وہ عربی کے بھی بہت اعلیٰ پائے کے ادیب تھے' انہوں نے کہا کہ مولانا ندوی کی عربی تحریر طہٰ حسین' احمد امین اور سید قطب شہید کے پائے اور انہی کے معیار کی ہے' بلکہ بعض پہلوؤں سے ان سے بھی بڑھ کر ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا پاکستان کو اسلام کا قلعہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے جب انہیں مدینہ منورہ کے اپنے قیام کے دوران تین دن مسلسل نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ کی طرف سے

انہیں کہا گیا کہ ''مدینہ منورہ'' کی حفاظت کا اہتمام کریں تو ان کی نظر فوراً جنرل ضیاء الحق پر گئی اور معروف قانون دان اے کے بروہی کے توسط سے جنرل صاحب سے ملاقات کی اور انہیں سرکار مدینہ کا پیغام سنایا۔ جس کے جواب میں جنرل صاحب مرحوم نے فرمایا کہ جب تک پاکستان کی فوج کا ایک سپاہی بھی زندہ ہے' اس وقت تک مدینہ منورہ کی طرف کوئی غیر مسلم آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔

تقریب کے آخر میں جناب محمد اعجاز الحق نے مولانا ندوی کی شخصیت اور خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مولانا کی شخصیت کو اہل علم و ادب کے لے ایک نمونہ قرار دیا اور کہا کہ اس دور کے علماء کو ان کی تقلید کرنی چاہیے' انہوں نے کہا کہ مولانا کی ذات میں شدت پسندی نہیں تھی' انہوں نے رابطہ ادب اسلامی کے ذمہ داران کو نئی نسل کو بھی ...... اپنی توجہات کا مرکز بنانے کی ہدایت کی' انہوں نے کہا کہ صدر پرویز مشرف اور ان کی حکومت دینی مدارس کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی نصاب تعلیم میں کوئی تبدیلی لائی جارہی ہے' انہوں نے لوگوں پر زور دیا کہ وہ افواہوں پر کان نہ دھریں' انہوں نے آخر میں اس تقریب کے انعقاد پر منتظمین کو خراج تحسین پیش کیا' تقریب کے آخر میں حافظ فضل الرحیم نے رابطہ کی طرف سے اور ڈاکٹر حسن الشافعی نے بین الاقوامی یونیورسٹی کی طرف سے حاضرین کا شکریہ ادا کیا' اس تقریب کے میزبان ڈاکٹر زاہد اشرف تھے' بعد ازاں اسلامیہ یونیورسٹی کی طرف سے شرکائے سیمینار کو ظہرانہ دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی سیمیار اختتام پذیر ہوگیا۔

دعائے مغفرت کی اپیل

گزشتہ دنوں ماہنامہ ''الحق'' کے کمپوزر جناب بابر حنیف صاحب کے نوجوان بھائی جناب فیصل حنیف صاحب (ایم۔ ایس۔ سی) کا سانحہ ارتحال پیش آیا۔ مرحوم ایک عرصہ سے کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلا تھے۔ کافی علاج معالجہ کرایا گیا مگر افاقہ نہ ہوا' بالآخر یہ محنتی اور قابل نوجوان عین عالم شباب میں مورخہ ۸ جولائی ۲۰۰۴ء بروز جمعرات اس دار فانی سے رخصت ہوا۔ نماز جنازہ دارالعلوم کے استاد محترم حضرت مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب نے پڑھائی۔ اور اس میں دارالعلوم کے بعض اساتذہ واراکین و عملہ اور کثیر تعداد میں طلبہ نے شرکت کی۔ ادارہ محترم بابر حنیف' ان کے والد گرامی اور دیگر اہل خاندان و مرحوم کے پسماندگان سے اس عظیم سانحہ پر تعزیت کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مقام پر فائز فرماویں۔ اسی طرح دارالعلوم کے انتہائی مخلص معاون جناب ڈاکٹر احمد علی آفریدی صاحب ایم بی بی ایس کے برادر گرامی کا انتقال ہوا۔ ادارہ مرحوم کے رفع درجات کیلئے دعا گو ہے اور محترم ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اس غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو ارفع واعلیٰ مقام سے نوازیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرماویں۔ قارئین الحق سے ہر دو مرحومین کیلئے رفع درجات اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ ادارہ قارئین الحق سے ہر دو مرحومین کے رفع درجات کیلئے اور دعائے مغفرت کی اپیل کرتا ہے۔

بحث ونظر

مولانا ڈاکٹر اکرام اللہ جان قاسمی*

(قسط۲)

اسلام...... مذہب رواداری یا دہشت گردی و انتہاپسندی؟!

ذات پات کی ظالمانہ تفریق

☆ وید (مذہبی سیادت) کیلئے برہمن، حکومت کیلئے چھتری، کاروبار کیلئے ویش اور دکھ اٹھانے کیلئے شودر کو پیدا کیا گیا ہے۔(۶۲)

☆ جو کچھ اس دنیا میں ہے برہمن کا مال ہے چونکہ وہ خلقت میں سب سے بڑا ہے۔ کل چیزیں اسی کی ہیں۔(۶۳)

☆ برہمن کو اگر ضرورت ہو تو وہ کسی گناہ کے بغیر اپنے غلام شودر کا مال بہ جبر لے سکتا ہے۔ اس غصب سے اس پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا۔ کیونکہ غلام، صاحب جائیداد نہیں ہوسکتا۔ اس کی کل املاک مالک کا مال ہے۔(۶۴)

☆ سزائے موت کے عوض برہمن کا صرف سر مونڈا جائیگا لیکن اور ذات کے لوگوں کو سزائے موت دی جائیگی(۶۵)

☆ شودر جس عضو سے برہمن کی ہتک کرے وہی عضو اس کا کاٹ دیا جائے۔ اگر برہمن کے برابر بیٹھ جائے تو کمر پر داغ لگا کر چوتڑ کٹوا کر ملک سے باہر نکال دینا چاہیئے۔(۶۶)

☆ وید سننے پر دونوں کانوں میں سیسہ ڈال دو۔ پڑھنے پر زبان کاٹ دو۔ یاد کرنے پر اس کے دل کو چیر دو۔(۶۷)

اسلام میں عدم تشدد، اعتدال، رواداری اور احترام انسانیت کی تعلیم

ارشادات باری تعالیٰ:

☆ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ج قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ (۶۸)

"دین کے بارے میں کسی پر کسی قسم کی زبردستی نہیں ہے۔ بے شک ہدایت گمراہی سے جدا کی جاچکی ہے" یعنی اللہ تعالیٰ نے سیدھا راستہ بھی بہ وضاحت بیان کر دیا ہے اور گمراہی کے راستے کی بھی نشاندہی کر دی ہے۔ اب جو چاہے ہدایت والا راستہ اختیار کر کے رب کی خوشنودی اور جنت کا مستحق ٹھہرے

اور جو چاہے گمراہی کے راستے پر چلے اور خدا کے غضب اور جہنم کا سزاوار ٹھہرے۔ دین قبول کرنے میں کسی پر جبر کرنا اسلام میں روا نہیں ہے۔

---

* ڈائریکٹر مرکز تحقیق اسلامی، پشاور

☆ اَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ٥ (۶۹)'' تو کیا آپ (ﷺ) لوگوں پر زبردستی کریں گے کہ ایمان لے آویں۔''

☆ اُدْعُ إِلٰى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (۷۰) '' اور اپنے رب کی طرف دعوت دو حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور ان کے ساتھ اس طریقہ سے بحث وتمحیص کر جو بہت ہی بہتر ہو''

☆ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (۷۱) ''پس اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آپ ﷺ ان کیلئے نرم ہو گئے ہیں اور اگر آپ تُند خو' سخت مزاج ہوتے تو یہ تم سے بھاگ کھڑے ہوتے''

☆ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ٥ (۷۲)

''درگزر کی عادت بنائیے اور نیکی کا حکم کیجئے اور جاہلوں سے چشم پوشی کیجئے''

☆ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ٥ (۷۳)

''اور جس نے صبر اختیار کیا اور معاف کیا تو بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے''

☆ اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ط فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ (۷۴) ''جواب میں وہی کہو جو اس سے بہتر ہو۔ پھر تو دیکھ لے گا کہ تجھ میں اور جس میں دشمنی تھی گویا دوست ہوں گے گرم جوش''

☆ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ٥ (۷۵)

''(اور جنت کے حقدار وہ پرہیزگار ہیں جو) غصہ کو پی جانے والے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند رکھتا ہے''

☆ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط (۷۶)

''اور تم برا بھلا مت کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا' کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بے ادبی اور ناسمجھی میں برا کہہ بیٹھیں''

☆ وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط (۷۷)

''اگر دشمن صلح کی طرف جھک جائیں تو آپ بھی صلح کی طرف جھک جائیں اور اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھیں''

☆ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ط (۷۸)

''جس کسی نے کسی انسان کو بغیر نفس کے بدلہ کے یا زمین میں فساد پھیلانے کے قتل کر دیا تو گویا اس نے تمام

روئے زمین کے انسانوں کو قتل کر دیا''

☆ ولقد کرمنا بنی آدم وحملنا ھم فی البر والبحر ورزقنھم من الطیبت وفضلنھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا ٥ (۷۹)

''اور تحقیق ہم نے بنی آدم کو شرافت بخشی ہے اور اس کو خشکی اور تری میں برتری دی ہے اور اسے پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اور اسے مخلوقات میں سے بہت سوں پر فضیلت بخشی ہے''

☆ یا یھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثی وجعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ط ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ط ان اللہ علیم خبیر ٥ (۸۰) '' اے لوگو! بے شک ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت (آدم وحوا) سے پیدا کیا اور ہم نے تمھاری پہچان کیلئے تم کو قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا۔ بیشک تم میں زیادہ باعزت اللہ کے ہاں وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبردار ہے''

☆ یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ط (۸۱)

''اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق طور پر غلو (انتہا پسندی) اختیار مت کرو''

احادیث سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

☆ ایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی۔ (۸۲)

(خطبہ حجۃ الوداع سے ایک اقتباس ہے) ''اے لوگو! تمھارا رب ایک ہے۔ تمھارا باپ (آدمؑ) ایک ہے۔ خبردار کسی عربی کو کسی عجمی پر یا کسی عجمی کو کسی عربی پر یا کسی گورے کو کسی کالے پر اور یا کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی برتری اور فضیلت حاصل نہیں۔ ہاں تقویٰ سے فضیلت حاصل ہوتی ہے''

☆ ایاکم والغلو فی الدین انما ھلک من قبلکم بالغلو فی الدین (۸۳)

''مسلمانو! تم اپنے آپ کو دین میں غلو سے باز رکھو اسلئے کہ تم سے پہلی امتیں دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں''

☆ لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذی یملک نفسه عند الغضب (۸۴)

پہلوان وہ نہیں ہے جو دوسروں کو پچھاڑ دے۔ پہلوان وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ کو قابو میں رکھے''

☆ اذا صلی احدکم بالناس فلیخفف فان فیھم الضعیف والسقیم والکبیر واذا صلی احدکم لنفسه فلیطول ما شاء (۸۵)

''جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو مختصر پڑھائے کیونکہ جماعت میں کمزور' بیمار اور عمر رسیدہ لوگ

ہوتے ہیں اور جب کوئی تم میں سے اکیلے نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی کرے"

تاریخ میں مذہبی انتہاء پسندی کی مثالیں

انسانی تاریخ مذہبی انتہاء پسندی کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ازمنۂ سابقہ میں جب بھی کسی مذہب کے پیروکاروں یا ان میں سے کسی گروہ کو طاقت اور اقتدار ملا ہے اس نے دوسروں کے قتل و غارتگری میں تمام انسانی حدود کو پار کیا ہے۔ قتل و قتال اور فساد و غارتگری میں عموماً مذہبی احکام و تعلیمات کو پس پشت ڈال کر ذاتی عناد اور بے جا تعصب سے کام لیا جاتا۔ مفتوح قوم کو اول تا آخر فنا کرنا، عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور جانوروں تک تہ تیغ کرنا، کھڑی فصلوں اور درختوں کو تباہ کرنا، اسباب و سامان لوٹ کر آبادی کو آگ لگا دینا اور شہروں و آبادیوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا عام شیوہ تھا۔ انتقام کا جوش اس پر بھی ٹھنڈا نہ ہوتا بلکہ مقتول سرداروں کے سروں کو کاٹ کر نیزوں میں اُچھالا جاتا، ان سروں کو اپنے سرداروں کے پاس تحفہ کے طور پر بھیجا جاتا اور دشمن کی کھوپڑیوں میں شراب پی کر انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کیا جاتا تھا۔ ذیل کے سطور میں تاریخی حوالوں سے اس کی مثالیں دی جاتی ہیں۔

یہود ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اپنے انبیاءؑ سے باغی رہے ہیں۔ پیسہ اور دنیاوی جاہ و جلال کی محبت میں ہمیشہ وہ تمام مذہبی اور اخلاقی اقدار کو پس پشت ڈال دیتے تھے۔ اس کی پاداشت میں ان پر تاریخ میں کئی تباہیاں آپڑی ہیں۔ ہمیشہ ملک بدر کئے گئے ہیں۔ الٰہی غضب و پھٹکار کے نتیجہ میں صرف یروشلم میں ۹۵۷ قبل مسیح میں پانچ لاکھ یہودی مارے گئے۔ ۱۱۷ ق م میں ایک لاکھ بیس ہزار قتل کئے گئے۔ ۱۰۷ ق م میں چالیس ہزار ذبح کئے گئے۔ ۱۳۵ ق م میں پانچ لاکھ اسی ہزار یہودی ہلاک کئے گئے۔ ۷۰ ق م میں یروشلم ہی میں گیارہ لاکھ یہودی تہ تیغ کئے گئے۔ (۸۶) نیرو نے ۶۴ء میں عیسائیوں پر جو ظلم روا رکھے اس کا اندازہ کچھ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس نے عیسائیوں کو جانوروں کی کھال میں بھروا کر کتوں کے آگے ڈال دیا۔ کچھ کو گرم تارکول کی چادریں پہنائی گئیں اور انہیں شاہراہوں پر مشعل کی طرح کھڑا کر کے جلا دیا گیا۔ عیسائیوں کے بدن کی چربی سے اپنے لئے موم بتیاں بنا کر ان کی روشنی میں وہ یہ بھیانک تماشہ دیکھتا تھا۔ (۸۷) ۷۰ عیسوی میں طیطس رومی نے بیت المقدس کو فتح کر کے شہر کی تمام نوجوان لڑکیوں کو فاتحین میں تقسیم کر دیا۔ جوان مردوں کو جنگلی جانوروں سے پھڑوا دیا۔ ستانوے ہزار آدمی گرفتار کئے۔ جن میں سے گیارہ ہزار بھوک کی تاب نہ لا کر مر گئے۔ کل ہلاک ہونے والوں کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ (۸۸) خسرو پرویز نے ۶۴۵ء میں بیت المقدس کو فتح کیا تو کلیسائے قسطنطین اعظم میں آگ لگا دی۔ مقدس صومعوں اور معبدوں کے جواہرات لوٹ لئے۔ بیت المقدس میں قتل عام کا حکم دیا اور نوے ہزار عیسائی مفتوحین کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے جواب میں ہرقل نے جب ایران پر حملہ کیا تو پورے ارمیان شہر کو پیوندِ خاک کر دیا۔ اور قیصر جسٹینین نے جب افریقہ کے ونڈالوں پر حملہ کیا تو اس نے پانچ لاکھ کی اس پوری آبادی کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ (۸۹) اسلام سے قبل ذونواس نے یمن میں

خندق کھدوائی اور بیس ہزار کے قریب ان عیسائیوں کو زندہ جلوا دیا جنہوں نے یہودیت اختیار کرنے سے انکار کیا تھا۔ (۹۰) خود عرب منتشر قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ ہر قبیلہ دوسرے کے خون کا پیاسا ہوتا تھا۔ معمولی معمولی باتوں پر تلواریں نکل پڑتیں اور کشت وخون کا ایک لامتناہی سلسلہ چل پڑتا۔ اسلام سے قبل قبیلہؑ بکر اور تغلب بن وائل دو قبیلوں کے درمیان حرب البسوس کے نام سے ایک لڑائی چھڑی جس میں بے انتہا جانیں ضائع ہوئیں یہ لڑائی چالیس سال تک چلتی رہی اس لڑائی کا سبب بسوس نامی بڑھیا کی ایک اونٹنی تھی۔ (۹۱) قبیلہؑ عبس وذبیان کے دو نوجوانوں نے داحس وغبراء نامی گھوڑوں پر مقابلہ کیا۔ جب داحس، غبراء سے آگے نکلنے لگا تو قبیلہ ذبیان کے جوانوں نے شکست کے ملال سے مخالف گھوڑے پر حملہ کر دیا۔ اس پر دونوں قبیلوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ جو چالیس برس تک جاری رہی۔ (۹۲) بقول الطاف حسین حالی:

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا — کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لبِ جُو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا — کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یوں ہی روز ہوتی تھی تکرار ان میں — اور چلتی ہی رہتی تھی تلوار ان میں (۹۳)

اسی طرح تاریخ شاہد ہے کہ عیسائیوں نے جب بھی مسلمان پر غلبہ پایا ہمیشہ ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ہیں۔

عیسائی سیرت نگار جان بیگٹ (John bagot) اپنی کتاب "The Life and time of muhammad" میں رقمطراز ہے۔ کہ ''۱۰۹۹ء میں جب عیسائیوں نے یروشلم کو فتح کیا تو ستر ہزار سے زائد مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا''۔ (۹۴)

اس واقعہ کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی ''الفاروق'' میں فرماتے ہیں۔

عیسائیت کا اصل چہرہ یہ ہے کہ یروشلم میں صلیبی سپاہیوں نے مسجد عمر میں گھس کر نہتے مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا۔ ایک عینی شاہد لکھتا ہے کہ اس وقت دل ہلا دینے والے شور وغل میں کسی کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ مسجد عمر کے صحن میں خون، سواروں کے ٹخنوں اور گھوڑوں کی رکابوں تک پہنچ رہا تھا۔ ستر ہزار سے زائد مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا۔ اسکے برعکس مسلمانوں کا طرز عمل ملاحظہ کیجئے کہ فلسطین کی فتح کے بعد جب حضرت عمرؓ شہر میں داخل ہوتے ہیں تو حکم دیتے ہیں کہ راہبوں پر تلوار نہ اٹھاؤ عبادتگاہوں کو مسمار نہ کرو، اور پھر آپؓ وہاں کے بشپ کی اجازت حاصل کر کے انکے گرجے میں نماز ادا کرتے ہیں۔ (۹۵)

ایک طویل عرصہ تک مسلمانوں نے سپین (اندلس) پر پُر امن حکومت کی ہے مگر جب ۱۴۹۲ء میں وہاں عیسائیوں نے قبضہ کیا تو انہوں نے مسلمانوں اور یہودیوں کیساتھ کیا طرز عمل اختیار کیا۔ اس سلسلے میں مشہور برطانوی مصنفہ کیرن آمسٹرانگ (Karren Armstrong) اپنی کتاب "The battle for God" میں لکھتی ہیں۔

''۱۴۹۹ء میں سپین میں رہنے والے مسلمانوں سے کہا گیا کہ یا تو وہ عیسائیت قبول کرلیں یا پھر سپین سے نکل

جائیں۔اس طرح چند صدیوں تک یورپ مسلمانوں سے خالی ہو گیا۔۔۔۔یہودیوں کو بھی کہا گیا کہ یا تو عیسائیت قبول کرلیں یا سپین سے نکل جائیں۔ بہت سے یہودیوں (۷۰،۰۰۰) نے عیسائیت قبول کی۔تاہم اسی ہزار یہودی سرحد پار کر کے پرتگال چلے گئے جبکہ پچاس ہزار یہودی نئی مسلمان عثمانی سلطنت کو فرار ہو گئے'' ۔(۹۶)

وہ عیسائیوں کے تعصب کے بارے میں مزید لکھتی ہیں۔ ''اسلامی ریاست (سپین) میں یہودیت' عیسائیت اور اسلام چھ صدیوں سے بھی زیادہ طویل عرصہ تک امن اور ہم آہنگی کے ساتھ رہے۔تاہم جوں جوں عیسائی فوجیں اسلامی علاقوں کو فتح کرتی گئیں ان کے ساتھ ساتھ سامیت (یہودیت) دشمنی بھی پھیلتی گئی۔۱۳۷۸ءاور ۱۳۹۱ء میں یہودیوں پر عیسائیوں نے حملے کئے وہ انہیں گھسیٹتے ہوئے بپتسمہ کرنے کے مقامات پر لے جاتے اور موت سے ڈرا کر عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کرتے۔عیسائیت قبول کرنے والوں کو اس کے باوجود Marranos (خنزیر) کہا جاتا تھا''۔(۹۷)

New Encyclopeabia Britannica کا مقالہ نگار لفظ " Spain " کے تحت لکھتا ہے۔

''۱۴۹۲ء میں سپین میں اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ساڑھے تین لاکھ مسلمانوں کو مذہبی عدالت میں پیش کیا گیا ان میں سے تقریباً ۳۰ ہزار کو سزائے موت ملی اور ۱۲۰۰۰ کو زندہ جلا دیا گیا۔''(۹۸)

اس طرح عیسائیوں نے وہاں کے دیگر ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ کیا رویہ اپنایا۔معروف سکالر محمد مارماڈیوک پکتھال نے اپنی کتاب اسلامی کلچر میں لکھا ہے کہ ہسپانیہ' صقلیہ اور اپالیہ میں مسلمانوں کا ایسا قتل عام ہوا کہ ان ممالک میں مسلمانوں کا نام لینے والا بھی باقی نہ رہا اور یونان کی ۱۸۲۱ء کی بغاوت میں مسلمانوں کو یوں چن چن کر قتل کیا گیا کہ ان کا نام ونشان مٹ گیا اور ان کی مسجدوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔(۹۹)

عیسائیت میں پاپائے روم کو غیر معمولی اختیارات حاصل تھے۔ وہ لوگوں کے گناہوں کو بخشتا اور جنت و دوزخ کی ڈگریاں عطا کرتا۔ مارٹن لوتھر نے سولہویں صدی عیسوی میں اس کے خلاف علَم بغاوت بلند کیا۔''مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ'' کے مؤلف ڈاکٹر محمد دین لکھتے ہیں۔

''مارٹن لوتھر ۱۴۸۳ء میں پیدا ہوا وہ پروٹسٹنٹ فرقے کا بانی تھا۔جس نے پاپائیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی تھی۔اس نے اپنی زندگی میں سب سے پہلے مغفرت ناموں کی تجارت کے خلاف آواز بلند کی۔اس نے پوپ کے غیر معمولی اختیارات کے خلاف بغاوت کردی اور بپتسمہ اور عشاءِ ربانی کے سوا ان تمام رسوم کو من گھڑت قرار دیا جو رومی کلیساء نے ایجاد کر رکھی تھی''۔(۱۰۰) لوتھر کی مصلحانہ تحریک کے ردعمل میں خود عیسائیوں نے اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔اس کی تفصیل عبدالحمید قادری اپنی تالیف "Dimentions of Christianity" میں بیان کرتے ہیں۔

''مارٹن لوتھر کی احتجاجی تحریک میں انگلستان کے ۲۸۶ مذہبی علماء کو زندہ جلا دیا گیا۔سپین میں ۲۳۰۰۰ ' نیدر لینڈ میں ۵۰،۰۰۰ اور دیگر یورپی ممالک میں ۲۵۰۰۰ سے زائد کو قتل کیا گیا۔تاریخ انسانیت میں رومن چرچ نے جو مذہبی انتہاء پسندی کی حد کر دی تھی اس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی ''(۱۰۱)

آج دنیا کو افہام و تفہیم اور برداشت کا سبق دینے والے عیسائیوں نے ماضی میں جو تفرقہ بازی اور مذہبی انتہاء پسندی کی حد کر دی تھی اس کا نقشہ انگریز مؤرخ آئیل ڈیورنٹ یوں پیش کرتے ہیں۔''سترھویں صدی عیسوی میں یورپ کے مختلف ممالک میں لڑی جانے والی طویل ترین جنگ جس میں جرمنی' فرانس' آسٹریا' سویڈن وغیرہ نے حصہ لیا۔۱۶۱۸ء سے لے کر ۱۶۴۸ء تک مسلسل ۳۰ برس جاری رہنے والی جنگ کو ''سی سالہ جنگ'' کا نام دیا جاتا ہے۔اس میں صرف جرمنی کے ایک کروڑ بیس لاکھ افراد مارے گئے۔طویل ترین جنگ عیسائیوں کے رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے درمیان لڑی گئی جو بعد ازاں ایک صلح نامہ کے نتیجہ میں اختتام پذیر ہوئی۔''(۱۰۲)

عالمی طاقتوں کا مسلمانوں کے خلاف رویے میں ہمیشہ اتفاق رہا ہے۔۱۸۱۵ء میں منعقد ہونے والے مقدس اتحاد (Holy Allaince) میں جس میں روس' جرمنی اور کروشیا کے سربراہان نے شرکت کی تھی تین اصول طے کئے گئے۔جو عالمی سطح کی ناانصافیوں کی بنیاد ثابت ہوئے۔ان اصولوں میں ایک یہ تھا کہ یورپ اور اس کے قرب وجوار میں کسی مسلمان طاقت کو سر اٹھانے کا موقع نہ دیا جائے گا۔(۱۰۳) اس کے علاوہ بیسویں صدی کی بڑی جنگوں پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ :

☆ روس میں سوشلزم کے انقلاب میں تقریباً چار کروڑ افراد ہلاک ہوئے۔

☆ چین میں کمیونزم نافذ کرنے کیلئے ڈیڑھ کروڑ زمینداروں کو پھانسی دی گئی۔

☆ کوریا میں صرف دو سال میں ۵۰ لاکھ مرد اور عورتیں ہلاک ہوئیں۔

☆ امریکہ و جاپان کی جنگ ۱۹۴۵ء میں امریکہ کی طرف سے جاپان پر دو ایٹم بم گرائے گئے جس سے ہیروشیما میں ۷۰ ہزار افراد اور ناگاساکی میں ۴۰ ہزار افراد ہلاک ہوئے اور زخمی و مستقل معذور ہونے والوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔

عالمی امن کی علمبردار مغربی دنیا نے جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم دوم کی صورت میں دو دفعہ پوری دنیا کو تباہی کی بھٹی میں جھونکا۔چنانچہ ۱۴ راگست ۱۹۱۴ء کو جنگ عظیم اول کا میدان جنگ گرم کیا گیا جو بعد ازاں ۱۵۶۵ دنوں تک جاری رہی۔اس جنگ میں ساڑھے چھ کروڑ افراد دھکیلے گئے۔ایک کروڑ فوجی میدان میں مارے گئے۔ڈیڑھ کروڑ شہری قتل ہوئے۔دو کروڑ سے زائد افراد دائمی معذور ہوئے۔لاکھوں بچے یتیم ہوئے۔پچاس لاکھ عورتیں بیوہ ہوئیں۔لاکھوں عورتیں' بچے' فوجی اور شہری لاپتہ ہوئے۔(۱۰۴) .... (جاری ہے)

جناب عرفان صدیقی

متحدہ مجلس عمل......ایک نیا مرحلہِ شوق

متحدہ مجلس عمل کی حکمت عملی، تدبر ودانش کے مختلف مراحل سے گزرتی، ہولے ہولے زمینی حقیقتوں کے شعور سے فیض یاب ہوتی اور بدلتے موسمی تقاضوں سے آگاہی حاصل کرتی، بلوغیت کے ایک نئے مرحلہ شوق میں داخل ہوگئی ہے اور اس نے وانا میں حکومتی اہداف ومقاصد سے عمومی اتفاق کرلیا ہے، مجلس کے عمائدین زبان وبیان کا ہنر آزمائیں گے لیکن خلاصہ مضمون اسی قدر ہے کہ اب ایم ایم اے بھی نہ صرف وانا میں جنگ آزما لشکر کا حصہ بن گئی ہے بلکہ اس نے اپنا وزن جارج بش کے کروسیڈ کے پلڑے میں بھی ڈال دیا ہے۔

ستمبر 2001ء سے اکتوبر 2002ء تک کا عرصہ مجلس عمل کی حکمت عملی کا مرحلہ اول تھا، سال بھر پر محیط اس عرصے میں مجلس نے امریکہ کو شیطان کبیر سے تشبیہ دی اور لغت میں موجود ساری زہرناک گالیاں جارج ڈبلیو بش کی جھولی میں ڈال دیں۔ اس مرحلے میں مجلس نے عوامی احساس کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک طوفان سا اٹھائے رکھا، انتخابات کا ناقوس بجتے ہی اس کے لہو میں بجلیاں سی بھر گئیں۔ تب طالبان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑیاں برسنے لگتیں انکے چہرے اور ڈاڑھیاں تر بتر ہوجاتیں، جوں جوں انتخابات نزدیک آتے گئے انکے نالوں کی لے تیز تر ہوتی گئی اور انکے آنسوؤں میں خون جگر کی سرخی جھلکنے لگی، انکے انتخابی جلسے ''شام غریباں'' کا رنگ اختیار کر گئے''۔ انہوں نے بھاری پگڑیوں، گھنی داڑھیوں اور لمبی عباؤں کے ایسے ایسے نوحے پڑھے کہ پتھروں کا جگر موم ہوگیا، عوام نے ان کی انتخابی مہم کو جہاد سمجھتے ہوئے سب کچھ ان کی نذر کردیا، عورتوں نے اپنے زیور اتار پھینکے، ان کی تقریریں مجاہدانہ اذانوں کا روپ دھار گئیں، اور ان کے لہجے کی گھن گرج سے وائٹ ہاؤس کے درودیوار لرزنے لگے، انہوں نے اپنے انتخابی نشان کو اللہ کی کتاب قرار دیا اور قرآن مجید ہاتھوں میں اٹھا کر اعلان کیا ''اے پاکستان کے لوگو! ہمیں اقتدار نہیں چاہیے، ہم تو اللہ اور اس کے رسول کے سپاہی ہیں، ہمیں اتنا اختیار دو کہ ہم ایوانوں میں جا کر آواز حق بلند کرسکیں، تم نے ہمارا ساتھ دیا تو پاکستان کے کسی ہوائی اڈے پر کوئی امریکی موجود نہیں رہیگا، سرزمین پاک ایف بی آئی کے اہلکاروں سے پاک کردی جائیگی، ریفرنڈم، ایل ایف او، یکطرفہ آئینی ترامیم، سب کچھ دریا برد کردیا جائیگا۔'' غریب وسادہ عوام نے مجلس عمل کو اپنے جذبوں کا ترجمان سمجھتے ہوئے، اسے ووٹوں سے مالا مال کردیا، صوبہ سرحد میں اس کی حکومت بن گئی، بلوچستان میں وہ نصف حکومت کی حقدار ٹھہری، مرکز میں

اسے حزب اختلاف کی قیادت کا منصب ملا اور پارلیمنٹ میں اسکی خاصی بڑی تعداد کو نمائندگی حاصل ہوگئی۔

پہلا مرحلہ فاتحانہ انداز میں سر کرنے کے بعد مجلس عمل اکتوبر ۲۰۰۲ء کے بعد حکمت عملی کے دوسرے مرحلے میں داخل ہوگئی' یہ مرحلہ دسمبر ۲۰۰۳ء یعنی آئین کی سترہویں ترمیم کی منظوری تک جاری رہا اس مرحلے میں مجلس عمل نے اپنے ووٹرز سے کئے گئے ان وعدوں کی تکمیل کے لئے انقلابی اقدامات کئے جنہیں وہ بڑا تواتر کے ساتھ اپنے انتخابی جلسوں میں دہراتی رہی تھی' مثلاً عوام سے کہا گیا تھا کہ ریفرنڈم تسلیم نہیں کریں گے' لیکن کر لیا گیا' عوام سے کہا گیا تھا کہ ہم کسی صورت پرویز مشرف کو صدر نہیں مانیں گے لیکن مان لیا گیا۔ عوام سے کہا گیا کہ ایل ایف او کو آئین کا حصہ نہیں بننے دیں گے لیکن اسے آئین کا حصہ بنا دیا گیا۔ عوام سے کہا گیا تھا کہ جمہوری پارلیمانی نظام کو کسی صورت صدارتی نظام میں نہیں بدلنے دیں گے' لیکن مجلس نے ایسا کرنے میں بھرپور تعاون کیا' سترہویں ترمیم دوسرے مرحلہ میں شوق کی تکمیل کے طور پر سامنے آئی جو دراصل ایل ایف او زدہ آئین میں برائے نام لیپا پوتی تھی' عملاً یہ ہوا کہ مجلس عمل نے وہ سب کچھ مان لیا جس کا حکومت تقاضا کر رہی تھی' جنرل مشرف کے ٹیک اوور سے لیکر سترہویں ترمیم تک ان کے سینکڑوں قوانین' ضابطوں' آرڈیننسوں اور فرامین کو سندِ جواز دے دی گئی' ان کے لئے وردی سمیت صدر رہنے کی آئینی گنجائش پیدا کر دی گئی' لہذا وہ آج بھی وردی پوش صدر ہیں اور ایم ایم اے کے فیضان سے ترمیم کیا جائے والا آئین انہیں اس کی اجازت دے رہا ہے' اس مرحلے میں مجلس عمل' جداگانہ انتخابات کا برسوں پرانا موقف بھی بھول گئی اور مخلوط انتخابات کو آئینی تحفظ دے دیا۔

حکمت عملی کے دوسرے مرحلے میں مجلس عمل نے یہ خصوصی اہتمام بھی کیا کہ قبل از انتخابات کے وہ مسائل ابھرنے نہ پائیں جنہیں وہ انتخابی جلسوں کی شام ہائے غریباں میں ابھارتی رہی' اس نے چشم پوشی ارو درگزر کی حکمت عملی اپنائی' ساتھ ساتھ وضاحتوں اور صفائیوں کی ایک مشق شروع کی گئی' یورپی یونین کے سفیروں کو اپنی روشن خیالی سے آگاہ کیا گیا۔ اعلیٰ ترین قیادت نے امریکہ اور برطانیہ کے دورے کئے وفاقی حکومت ان کی سمری منظور کر لیتی تو وزیر اعلیٰ اکرم درانی بھی امریکہ کا دورہ فرما چکے ہوتے۔

سترہویں ترمیم کے بعد ۲۰۰۴ء سے مجلس عمل' حکمت عملی کے نئے مرحلہ شوق میں داخل ہوچکی ہے' اب اس کے پیش نظر ایجنڈے کے ان نکات کی تکمیل کا مشن ہے جن کا تعلق امریکہ کی سفاکی' بش کی رعونت' جہاد کے خلاف حکومتی مہم' مجاہدین کیخلاف رویئے اور امریکہ نواز پالیسیوں سے تھا' اہم ایشوز پر خاموشی کے طویل وقفے کے بعد مجلس عمل نے بھرپور کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا ہے چنانچہ وہ زمینی حقیقتوں کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہونے کے بعد ''وانا آپریشن'' کے حوالے سے حکومت کے شانہ بشانہ آ کھڑی ہوئی ہے۔ وزیر اعظم ہاؤس میں چار گھنٹوں کی اعلیٰ سطحی بریفنگ نے عمائدین مجلس کے سارے شکوک وشبہات رفع کر دیئے ہیں اور اس نے سرکار کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہہ دیا ہے

کہ رجسٹریشن ضروری ہے' انہوں نے اتنی زحمت بھی گوارا نہ کی کہ ماضی کے بیانات کے سامنے رکھتے ہوئے بریفنگ دینے والوں سے پوچھیں کہ یہ مجاہدین ہیں یا دہشت گرد؟ مجلس عمل نے قوم کو یہ بھی نہیں بتایا کہ ''رجسٹریشن'' کے بعد ان کے محفوظ و مامون ہو جانے کی ضمانت کون دے گا؟ اعتماد کے اس رشتے کو کون جوڑے گا جو حکومت کے ہر آن بدلتے رویئے کے باعث بری طرح مجروح ہو چکا ہے؟ مجلس عمل نے اس پر بھی غور ضروری نہیں سمجھا کہ معاہدہ شکئی کیوں ناکام ہو گیا؟ مجلس عمل نے یہ جاننے کی کوشش بھی نہیں کی کہ وانا پر لشکر کشی کے حقیقی محرکات کیا ہیں؟

جارج بش کو مبارک ہو کہ دہشتگردی کیخلاف اسکے کروسیڈ کو جانبازوں کا ایک تازہ دم جتھہ مل گیا ہے' اس جتھے نے اس کے سب سے بڑے اتحادی' یعنی حکومت پاکستان کیساتھ عہد کیا ہے کہ وہ ''دہشتگردی'' کیخلاف اسکی مہم کا بھرپور ساتھ دیگا۔ اب وانا کی گھاٹیوں میں بیٹھے' نگر نگر سے آئے ''غیر ملکی دہشتگرد'' تیر کھا کر کمین گاہ کی طرف دیکھیں گے تو انکی اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو جائیگی۔...... ادب واحترام کے تقاضے مجروح نہ ہوں تو مجلس عمل کے عمائدین سے کہوں کہ اگر انہیں نیشنل سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں شرکت نہ کرنے کا اتنا بڑا کفارہ ادا کرنا تھا تو بصد شوق اس میں شریک ہو جاتے' اور پھر ایسی جلدی بھی کیا تھی' نیک محمد کی قبر کے پھول تو مرجھانے دیتے!

بقیہ صفحہ نمبر ۲۸ سے

بچوں کے ساتھ تعارض نہیں کریں گے کسی سرسبز درخت کو نہ کاٹیں گے' نہ کسی کی فصل و کھیت کو تخت و تاراج کریں گے۔...... لیکن آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ امریکہ ۱۱ ستمبر کے بعد دہشت گردی کے نام پر تمام انسانی اقدار و روایات پس پشت ڈال دیئے۔ افسوس جس دہشت گردی کے نام پر جو یہ سب کچھ روا رکھا جا رہا ہے اس کا آج تک کسی فورم پر فیصلہ نہ ہو سکا کہ دہشت گردی کیا ہے؟ اور دہشت گرد کی تعریف کیا ہے؟...... تو یہ ہے مغربی میڈیا کا اثر کہ اس نے پوری دنیا کو گھناؤنی شکل میں پیش کیا ہے' حالانکہ جب ایک جاسوس صحافی عورت کو وہاں پر پکڑا گیا تھا اور بعد میں اسے رہا کرتے ہوئے طورخم بارڈر پر چھوڑ دیا گیا تو اس نے ایک انگریزی میڈیا کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ ظالمو تم طالبان کو دہشت گرد قرار دے رہے ہو' وہ تو میرے بھائی تھے انہوں نے مجھے بہن' بیٹی اور ماں کا درجہ دے رکھا تھا' اسی سے متاثر ہو کر بعد میں اس نے اسلام قبول کیا۔...... میرے دورہ برطانیہ کے دوران اس نے اخبار میں بیان دیا تھا کہ شکر ہے کہ میں طالبان کے جیل میں قید تھی اور عراق کے ابوغریب جیل میں نہ تھی' یہاں پر بڑے بڑے دانشور اور علماء کرام حضرات بیٹھے ہیں میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا ہوں کہ مولانا صاحب کی کتاب پر تبصرہ اور اظہار خیال کر سکوں۔

بحث ونظر
(قسط ۳)

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی
مفتی و مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

سادات اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے کی شرعی حیثیت

مولانا عبدالغفور مدنیؒ' مولانا محمد معصومؒ کا فتویٰ: فقیہ الھند مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے مؤقر فتاویٰ کفایت المفتی کے ایک سوال میں لکھا ہے کہ کئی افراد نے چند علمائے حنفیہ سے دریافت کیا کہ کیا سید کو زکوٰۃ دینی جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جائز ہے اور ان علماء کرام جیسے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب دیوبندی' مولوی عبدالغفور صاحب مدنی' شاگرد رشید حضرت مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی' مولوی محمد معصوم پیش امام مسجد سبیل والی' مولانا مولوی شفیع الدین صاحب مہاجر مکی اور دیگر علماء شامل ہیں (کفایت المفتی ۴ر۲۷۲)

مولانا شاہ انور کشمیری کے شاگرد رشید شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر کا فتویٰ: شاہ انور شاہ کشمیری کے شاگرد رشید حضرت مولانا عبدالقدیرؒ نے بھی لکھا ہے کہ ہاشمی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ جب آپؒ سے سوال کیا گیا کہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا شیخ الحدیث عبدالقدیر صاحب دامت برکاتہم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل سے متعلق کہ اعوان خاندان سے تعلق رکھنے والے آدمی کے لئے جبکہ وہ غریب ہو اور عشر کا ہمارے ملک میں باضابطہ کما حقہ' نظام بھی نہیں زکوٰۃ دینا صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) صحیح نہ ہونے کی صورت میں اگر لاعلمی کی وجہ سے کسی نے زکوٰۃ دے دی تو کیا ادا سمجھی جائے گی یا نہیں؟

بینوا و توجروا

حافظ نثار احمد الحسینی' حضرو ۔ حافظ قمر الزمان غور غشتی' ضلع اٹک

الجواب وباللہ التوفیق

زکوٰۃ 'عشر' نذر' فدیہ یہ سب واجب صدقات ہیں ان کا مصرف قرآن کریم نے انما الصدقات للفقراء والمساکین الخ بیان فرمایا ہے یعنی مسکین فقیر لوگ اس کے مصرف ہیں یہ ان کو دیئے جائیں' مسکین فقیر کسی قوم کا ہو' اس کو یہ صدقات واجبہ لینے کا حق ہے اور دینا بھی انہی کو چاہیے' غنی شخص جس کے پاس بقدر نصاب مال ہو نہ لینا اسکو جائز ہے نہ دینا' مسئولہ صورت میں عشر زکوٰۃ کا لینا ایسے شخص کو جائز ہے' اعوان قوم کا ہو یا پٹھان یا خان خیل ہو' جب

محتاج ہے اسکو زکوٰۃ لینی جائز ہے۔ واللہ اعلم' بندہ عبدالقدیر عفی اللہ عنہ' راولپنڈی' ۱۶ جنوری ۸۹ء

اعوان قوم علوی ہے: یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کا فتویٰ کا اگر چہ بظاہر موضوع کے مطابق معلوم نہیں ہوتا' مگر درحقیقت یہ فتویٰ بھی موضوع کے ایک شاخ کے ساتھ متعلق ہے' حضرت العلامہ کے فتویٰ میں اعوان کو زکوٰۃ وصدقات دینے کا حکم بیان ہوا ہے اور تاریخی حقائق کے مطابق اعوان خاندان بنو ہاشم کی ایک شاخ ہے اسلئے کہ اس خاندان کا جد اعلیٰ حضرت عون قطب حیدر شاہ علوی اعوان قادری ہے جس کا سلسلہ نسب محمد الاکبر سے ملتا ہے اور محمد الاکبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے ہیں' اور امیر المومنین حضرت علیؓ خاندان بنو ہاشم کے چشم چراغ ہیں' (ماخوذ از تاریخ علوی اعوان مولفہ محبت حسین اعوان) تو جب اعوان کو غربت اور افلاس کی صورت میں زکوٰۃ دینا جائز ہے تو مولاناؒ کا فتویٰ سادات کو بھی زکوٰۃ دینے کے جواز پر دال ہے۔ اور آپؒ کی رائے بھی اپنے استاذ حضرت شاہ صاحبؒ کی رائے کی طرح ہے۔

مفتی عتیق الرحمان عثمانی کا فتویٰ: سوال: کیا اس زمانے میں سیدوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ سادات کو زکوٰۃ دینی درست نہیں یہی ظاہر الروایۃ ہے لیکن اس زمانے میں بیت المال نہ ہونے کی وجہ سے سادات کا وہ شرعی حصہ جو ان کیلئے مقرر تھا ان کو نہیں ملتا اور نہ بحالت موجودہ اس کا کوئی امکان ہے اس وجہ سے فقہ حنفی کے بہت بڑے امام علامہ ابو جعفر طحاویؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ایسی صورت میں سیدوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے اور شوافع میں امام فخر الدین الرازیؒ بھی امام طحاویؒ کے ہم نوا ہیں' امام طحاویؒ کے فتویٰ کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ یا سیدوں کیلئے کوئی مخصوص بندوبست ہونا چاہیے تا کہ انکے مفلس اور نادار طبقہ کی ضرورتیں جو قرابت رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے گری ہوئی اعانت سے اسلئے محروم کیا گیا ہے کہ قوم ان کیلئے بہتر انتظام کرے جو اس سے پوری کی جائے ورنہ امام طحاویؒ کے فتویٰ پر عمل کیا جائے فقہ کا بنیادی اصول یہ ہے من لم یکن عالما باھل زمانہ فھو جاھل یعنی جو اہل زمانہ کی حالت اور انکی ضرورتوں سے نا آشنا ہے وہ عالم نہیں ہے اس اصول کے ماتحت بھی ہمیں سیدوں کے نادار طبقہ کے حالات اور ان کی ضرورتوں کی طرف غور کرنا چاہیے عرف الشذی شرح ترمذی میں ہے' وفی عقد الجید' افتی الطحاوی من الحنفیۃ و فخر الدین الرازی من الشافعیۃ بجواز الزکوٰۃ للھاشمی فی ھذا الصورۃ (کفایت المفتی ۲۷۲/۴)

حضرت العلامہ مولانا قاضی مجاہد الاسلامؒ قاسمی کا فتویٰ: محقق زمانہ مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

الجواب: موجودہ دور میں کسی ہاشمی کو جو فقیر ہو زکوٰۃ دینا میرے نزدیک جائز ہے اس بارے میں اصل مسلک تمام ہی علماء کا یہی ہے کہ زکوٰۃ ہاشمی کو نہیں دی جاسکتی ہے' لیکن اس ظاہر الروایۃ اور مشہور مسلک سے الگ ہو کر ایک قول امام

ابو یوسفؒ کا یہ منقول ہے کہ ہاشمی کی زکوٰۃ ہاشمی کو دی جاسکتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے ابوعصمۃؒ کی روایت یہ ہے کہ امام صاحبؒ سادات کے لئے علی الاطلاق جواز زکوٰۃ کے قائل ہیں۔ خواہ زکوٰۃ ہاشمی کے مال کی ہو یا غیر ہاشمی کے مال کی امام صاحبؒ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ خمس الخمس جو اہل قرابت رسول ﷺ کے لئے تھا اب وہ انہیں نہیں ملتا' زکوٰۃ ان پر حرام قرار دی گئی لیکن اس کا بدل خمس الخمس مقرر کردیا گیا تھا اب جب کہ وہ بدل ختم ہوگیا تو اصل یعنی زکوٰۃ اس کے لئے حلال ہوگی' امام طحاویؒ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ شوافع میں امام اصطخریؒ اور بعض حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے' متاخرین علماء ہند میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے بارے میں فیض الباری میں نقل کیا ہے کہ سادات کا مجبور ہوکر بھیک مانگنے کے مقابلے میں زکوٰۃ کھانا آسان تر ہے لہذا میں بھی یہی فتویٰ دیتا ہوں' کفایت المفتی میں مفتی عتیق الرحمان عثمانی کا فتویٰ جواز ہی کا نقل کیا گیا ہے' اگرچہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کو اس سے اتفاق نہیں' بہرحال قول امام مختلف ہے' امام طحاویؒ اور بعض دیگر علماء نے اسی قول کو اختیار کیا ہے' اختلاف دلیل و براہین کا نہیں بلکہ بدلتے ہوئے حالات اور زمانہ کا ہے اس لئے اپنے دور کے حالات کے اعتبار سے اس روایت غیر مشہورہ پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے' موجودہ حالات یہی ہیں' کہ خمس الخمس سادات کو ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عطایا و ہدایا کے ذریعہ سادات کی خدمت کا جذبہ مفقود ہوتا جارہا ہے۔ لہذا میں پوری طمانیت قلب کے ساتھ یہ رائے رکھتا ہوں اور فتویٰ دیتا ہوں کہ ضرورت مند سادات کو زکوٰۃ شرعاً دی جاسکتی ہے۔ (بحوالہ بحث ونظر ص ۱۰۰ ۔ ۱۹۹۰ء پٹنہ بھارت)

نجم المدارس کا فتویٰ چونکہ کئی سالوں سے میرا قلبی رجحان اس مسئلہ پر تحقیق کا تھا جس کے لئے بعض اکابر علماء کرام کا نقطہ نظر معلوم کرنے کے لئے رابطہ کرنا پڑا' اس سلسلہ میں راقم نے مخدومنا المکرّم جناب مولانا مفتی قاضی عبدالحلیم صاحب دامت برکاتہم صاحب سے فی زماننا سادات کو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ دینے کے بارے میں فقیہ العصر حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچی مدظلہ العالیٰ کی رائے گرامی فون پر دریافت کی تو آنجناب نے ایک مراسلہ میں یہ کلمات تحریر فرمائے' سادات کی زکوٰۃ سے متعلق فوری جواب دینا مناسب سمجھتا ہوں' کافی زمانہ گزر گیا کہ ایک دفعہ نجم المدارس کے ایک روئیداد میں حضرت والد صاحب مدظلہ (قاضی عبدالکریم صاحب) نے غالباً نجم الرسائل لهداية السائل کے نام ایک مضمون نجم المدارس کے دارالافتاء سے کوئی تیس' پینتیس مسائل شائع فرمائے تھے' ان میں سادات کی زکوٰۃ سے متعلق بھی اپنا فتویٰ شائع کیا تھا کہ موجودہ وقت میں بنو ہاشم کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے' حضرت مفتی محمود صاحبؒ حیات تھے انہوں نے حضرت والد صاحب سے فرمایا کہ قاضی صاحب مجھے آپ سے خاص اتفاق نہیں۔ لیکن حضرت والد صاحب کو مفتی صاحب کے اختلاف کے بعد میں بھی مسئلہ میں کوئی تردد نہیں ہوا' میں نے ان کو (قاضی صاحب کو) آپ کے فون کے بارے میں ذکر کیا تو فیض الباری کا حوالہ آپ کو لکھ کر بھیجنے کا ارشاد فرمایا' چنانچہ فیض الباری ۳ر۵۲ کا حوالہ ملاحظہ فرمادیں۔ عبارت ذیل کے بعد احقر کے خیال میں کوئی خلجان نہیں رہنا چاہیئے' ونقل الطحاوی

عن امالی ابی یوسف انه جاز دفع الزکوٰۃ الی آل النبی ﷺ عن فقدان الخمس فان فی الخمس حقهم فاذالم یوجد صح صرافها الیهم وفی البحر عن محمد بن شجاع الثلجی عن ابی حنیفة ایضاً جوازه وفی عقد الجید ان الرازی ایضاً افتی بجوازة قلت واخذ الزکوٰۃ عندی اسهل من السوال فافتی به ایضاً حضرت والد ماجد قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ نے خصوصیت سے فافتی به ایضاً کو خط کشیدہ کیا اور عام طور پر حضرت والد کو علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی تحقیق سے شرح صدر ہوا کرتا ہے۔

والسلام عبدالحلیم ۔ ۸ شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ

مفتی اعظم مفتی محمد فرید صاحب کی رائے گرامی: ایشیاء کی عظیم اسلامی یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے سابق شیخ الحدیث اور رئیس دارالافتاء اس بارے میں فرماتے ہیں' قلت لو اضطروا الی السوال لکان ذل اخذ الزکاة اهون من ذل السوال علی ان الاوساخ لیست بانجاس فلو افتی المفتی بنادر الروایة عند الضرورة لم یکن بعیداً عن الاصول (منهاج السنن ۱۶۹/۳)

میں کہتا ہوں کہ اگر سادات سوال کرنے پر مجبور ہو جائیں تو سوال کی ذلت سے زکوٰۃ لینے کی ذلت آسان ہے اس لئے کہ اوساخ الناس نجس نہیں ہیں' اگر مفتی ضرورت کے تحت نادر الروایۃ پر فتویٰ دے تو یہ اصول سے بعید نہیں

حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا فتویٰ: اور ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ استفتاء نمبر ۱۰۸۶۰

السوال: (۱) سادات کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟ (۲) سادات کی زکوٰۃ سادات کیلئے لینا کیسا ہے؟

(۳) سادات کیلئے فدیہ اسقاط' صدقۃ الفطر اور جلود الاضحیۃ کا روپیہ لینا کیسا ہے؟

بینوا توجروا ......سائل فیض اللہ بندرروڈ کوئٹہ

الجواب: محترم مولوی فیض اللہ صاحب۔ اتاه الله فی الدارین حسنة

السلام علیکم ورحمۃ و برکاتہ: امابعد واضح رہے کہ ظاہر الروایۃ کی بناء پر سادات کو زکوٰۃ دینا ممنوع ہے البتہ اس زمانہ میں جبکہ نہ ان کو ہدایا دے جاتے ہیں' اور نہ ان کو خمس الخمس دیا جاتا ہے تو بجائے اس کے کہ ان کو ذلت سوال میں مبتلا کیا جائے یہ اھون ہے کہ ابوعصمۃ کی روایت پر عمل کیا جائے کما فی رد المحتار ۹۱/۱ وروی ابو عصمة عن الامام انه یجوز الدفع الی بنی هاشم فی زمانه الخ قلت وکونها من (مزیل) اوساخ الناس یقتض الخباثة کالماء المستعمل دون الحرمة فافهم پس جب زکوٰۃ کا صرف ان پر جائز ہوا تو دیگر واجبات کا صرف بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ ۱۳ شوال ۱۳۹۷ھ

حضرت مفتی صاحب کا دوسرا فتویٰ: اور ایک دوسرے استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال: سادات کو زکوٰۃ دینے کا کیا حکم ہے؟ المستفتی (مولانا) رحیم اللہ باچا اضاخیل پبی نوشہرہ

الجواب: سادات کو ہدایہ دیئے جائیں گے نہ کہ زکوٰۃ وعشر' البتہ موجودہ دور میں اگر زکوٰۃ وعشر دیئے جائیں تو لینا اور دینا قابل اعتراض نہیں ہے۔ (۲۳ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ)

مولانا سیف اللہ رحمانی مدظلہ کی رائے گرامی: ہر چند کہ اس دلیل پر کافی کلام کی گنجائش ہے اور بنیادی اہمیت اس امر کی ہے کہ خمس کا عوض اور اس کی حیثیت محض حکمت و مصلحت کی ہے' جس کو فقہاء احکام کا مدار نہیں بناتے یا علت کی ہے جس پر حکم کا مدار ہوا کرتا ہے؟ تاہم فی زمانہ سادات کے لئے زکوٰۃ کا دروازہ کھول کر ہی مقصد شریعت' کہ سادات کو ذلت سے بچایا جائے۔ کی تکمیل کی جاسکتی ہے' کیونکہ اب سادات کی اعانت کا جذبہ مفقود ہے اور اسلامی یا غیر اسلامی حکومت میں ان کی مدد کے لئے کوئی خاص مد موجود نہیں ہے اب ان کو زکوٰۃ سے محروم کر کے ایک طرف زکوٰۃ کی ذلت سے بچایا جارہا ہے' لیکن دوسری طرف اس سے بڑی ذلت وہ مجبور ہیں کہ دوسروں کے سامنے سوال کا ہاتھ دراز کریں اور دینی مدارس میں تعلیم کا دروازہ انکے لئے بند کر دیا جائے اور ہمیشہ علم سے محروم اور پست رہنے پر مجبور کر دیا جائے' پس اب سادات کے لئے زکوٰۃ کی اجازت ایک ضرورت بن گئی ہے اور ضرورت کی بناء پر قول ضعیف پر بھی فتوی دیا جاسکتا ہے۔ (جدید فقہی مسائل ۲/۶۱'۶۲)............ اور آگے لکھتے ہیں کہ پس حاصل یہ ہے کہ موجودہ حالات میں سادات کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ قاضی ابویوسفؒ امام طحاویؒ علامہ ابہریؒ مالکیؒ علامہ اصطخری شافعیؒ 'امام رازیؒ ' علامہ ابن تیمیہؒ اور ایک قول کے مطابق امام مالکؒ اور اکابر علماء ہند میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی رائے ہے۔ (جدید فقہی مسائل ۲/۶۲)

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کا رجحان: زمانہ حال کے محقق' شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ جو مسائل شرعیہ پر گہری نظر رکھتے ہیں اور زمانے کے نشیب وفراز کو دیکھ کر مسائل کا حل بیان فرماتے ہیں' کے انداز بیان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی زمانہ حال میں حاجات اور ضروریات کے تحت امام ابوحنیفہؒ کے قول ثانی کی ترجیح کی طرف رجحان رکھتے ہیں' فرماتے ہیں امام طحاویؒ کے نزدیک ہاشمی عامل کی اجرت زکوٰۃ میں سے دی جاسکتی ہے۔ بلکہ ابوعصمہؒ نے تو امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت اس کی نقل کی ہے کہ بیت المال کا خمس ختم ہونے کے بعد بنوہاشم کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے' امام طحاویؒ نے بھی عن محمد عن ابی یوسف کے طریق سے ایک روایت ہی نقل کی ہے' بعض شافعیہ اور بعض مالکیہ کا بھی یہی قول ہے' امام طحاویؒ نے بھی امام ابی یوسف سے یہی قول نقل کر کے اسی کو اختیار کیا ہے' شافعیہ میں سے امام فخر الدین الرازیؒ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے' اس لئے ہمارے زمانے کے فقہاء کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ کیا اس دور میں بنوہاشم میں فقر کی کثرت کو دیکھتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ کی مذکورہ بالا روایت پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ (درس ترمذی ۲/۴۸۰)

دکتور محمد عبدہ یمانی کی رائے گرامی: مشہور و معروف عرب محقق ڈاکٹر محمد عبدہ صاحب اپنی کتاب علموا اولادکم محبة ال بیت البنی علیہ وسلم میں لکھا ہے کہ ومحل حرمة الفرض (الزکوٰۃ) ان أعطوا من الفئی مایستحقونه والاجاز ان اضر الفقر بهم وان لم یصلوا الی حل المیة (علموا اولادکم محبة البیت النبیؐ ص ۳۵) کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے کی حرمت اسلئے کہ انکو مال فئی سے خمس ملتا ہے جوان کا حق ہے اور اگر وہ نہ ملتا ہو اور فقران کیلئے ضرر رساں ہوں تو ان کو زکوٰۃ لینا جائز ہے اگرچہ وہ مردار کھانے کی حلت تک نہ پہنچے ہوں۔

علامہ وھبہ زحیلی مدظلہ کی رائے اور ترجیح: الفقہ الاسلامی وادلتہ کے مصنف اور محقق زمانہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی بھی امام صاحبؒ کے قول ثانی کو زمانہ کے حالات اور تقاضوں کی وجہ سے راجح سمجھتے ہیں۔ ھذا وقد نقل عن ابی حنیفة وعن المالکیة وبعض الشافعیة: جواز اعطاء الهاشمین من الزکاة اذا حرموا من بیت المال سهم ذوی القربی منعاً لتضییعهم ولجاجتهم واعطاءهم کما قال الدسوقی المالکی، حینئذ افضل من اعطاء غیرهم (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸۸۴/۲)

امام ابوحنیفہؒ مالکیہ اور بعض شوافع سے ہاشمین کو اسوقت زکوٰۃ دینا جائز ہے جب ان کو بیت المال سے ان کے حصہ ذوی القربیٰ سے محروم رکھا جائے تاکہ یہ لوگ ضائع ہونے اور احتیاج سے بچ جائیں۔ اور ان کو زکوٰۃ دینا افضل ہے جیسا کہ علامہ دسوقی مالکیؒ فرماتے ہیں کہ پھر اس ضرورت کے تحت ان کو زکوٰۃ دینا دوسرے کی بہ نسبت افضل ہے۔

علامہ ڈاکٹر یوسف قرضاوی مدظلہ کی رائے گرامی: دور حاضر کے محقق اور مدقق عالم دین فقیہ العصر دکتور محمد یوسف قرضاوی مدظلہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں والذی اراه ان القول باعطاء الزکوة لأقاب المصطفی فی زماننا أرجح وأقوی لحرمانهم من خمس الغنائم والفئی الذی کان یعطی منه لذوی القربی فی عهد النبی علیہ وسلم تعویضاً من الله لهم عما حرم علیهم من الصدقة (فقہ الزکوٰۃ ۷۳۴/۲) ...... جو کچھ میں سمجھتا ہوں وہ یہ کہ ہمارے زمانے میں آنحضرت علیہ وسلم کے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا زیادہ راجح اور قوی ہے اس لئے وہ غنائم اور مال فئی کے خمس سے جو ان کو آنحضرت علیہ وسلم کے زمانے میں اس صدقہ کے عوض دیا جاتا تھا سے محروم ہو چکے ہیں۔

علامہ محمد حنیف گنگوہی کی ترجیح: مولانا محمد حنیف گنگوہیؒ ہدایہ کی شرح غایۃ السعایۃ میں جس اہتمام کیساتھ جواز کی رائے کو ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی اسی رائے کو راجح سمجھتے ہیں چنانچہ مولانا کی عبارت ملاحظہ ہو۔

(تنبیہ) امام ابوحنیفہؒ سے ابوعصمہؒ کی روایت یہ ہے کہ ہاشمی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے ابھری مالکیؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ عہد نبوی علیہ وسلم میں ان کیلئے اخذ زکوٰۃ کی عدم حلت اسلئے تھی کہ اس کا عوض یعنی خمس الخمس ان کو دیا جاتا تھا جب حضور علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ ساقط ہو گیا تو ان کیلئے صدقہ حلال ہو گیا شرح آثار میں اور جوامع الفقہ میں بھی ایسا ہی

ہے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ سے یہ روایت مشہور نہیں ہے لیکن ہم اسی کو لیتے ہیں (غایۃ السعایۃ ۱۸۹/۵)

شیخ الحدیث، مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب اور شیخ الحدیث مولانا حسن جان صاحب کا فتویٰ:

یہ دونوں اکابرین حدیث وفقہ اور حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں، مدرسہ تعلیم القرآن اشاعت التوحید والسنۃ درہ آدم خیل ضلع کوہاٹ کے ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد سلام مسنونہ عرض ہے کہ جناب ایک مسئلہ کیلئے آپ حضرات کی طرف سے مشورہ اور شرعی رائے درکار ہے

سوال: بنو ہاشم یعنی سادات کو زکوٰۃ دینے کا کیا حکم ہے کیونکہ ہماری کتابوں اور فتاوؤں نے لکھا ہے کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہمارے ہاں سادات رہتے ہیں جو نہایت غریب ہیں اور اکثر لوگ زکوٰۃ دیتے نہیں۔ اگر ایک دو دیتے ہیں تو وہ بھی سادات کو نہیں دیتے۔ اور مزید نفلی صدقات وغیرہ بھی نہیں دیتے کیونکہ پچھلے دنوں ہم نے خود دیکھا کہ ایک زمیندار کے پاس آلو کی فصل کی کچھ زکوٰۃ تھی، ان کے پاس زکوٰۃ کی وصولی کے لئے کچھ چھوٹے بچے آئے تو زمیندار نے زکوٰۃ دی پھر بعد میں جب سادات کے بچے آئے تو زمیندار نے واپس کر دیئے اور کہا کہ سادات پر زکوٰۃ نہیں ہوتی۔ حالانکہ بعض بنو ہاشم تو بالکل اضطراری حالت کو پہنچے ہوتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے بھی کوئی انتظام نہیں ہے۔ لوگ بھی کوئی توجہ نہیں دیتے تو آیا یہ معزز بنو ہاشم اولاد رسول ﷺ سوال کرتے رہیں گے، یا علماء کے مشورے سے اس مسئلے کا اگر کوئی آسان پہلو ہو تو مہربانی کر کے جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی (مولانا) سید امیر حسین باچا

الجواب: قول وباللہ التوفیق: جمہور علما کے ہاں سادات (بنو ہاشم) کو زکوٰۃ جائز نہیں، مگر سوال میں اضطراری حالت کا تذکرہ ہے تو ایسے حال میں ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ شیخ المحدثین حضرت علامہ مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کے نقطہ نظر میں زکوٰۃ کا لینا دستِ سوال دراز کرنے سے بہتر ہے...... فی زمانہ بنو ہاشم کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ فیصل الباری ۵۲/۳ امام مالک سے بھی یہی مروی ہے، تفسیر تحریمی ۹۱/۸، حافظ ابن جو عسقلانی نے بھی بعض شوافع کے نزدیک ایسے حالات میں بنو ہاشم کے لئے زکوٰۃ لینی جائز ہے۔ وھو وجہ بعض الشافعیۃ (فتح الباری ۱۲۲/۴۔ کتاب الزکوٰۃ فی شرح حدیث ۱۶۹۱) المکتبہ التاریخ، مکۃ المکرمۃ۔ .... (جاری ہے)

خوشخبری

متکلم عصر علامہ عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی سوانح حیات پر مشتمل کتاب حیات صدر المدرسین مولفہ مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی کا دوسرا ایڈیشن انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب انداز میں شائع ہوا ہے۔ صفحات ۵۲۸۔ قیمت ۲۰۰ روپے۔ موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے دستیاب ہے

حافظ محمد ابراہیم فانی

سرخی خونِ شہیداں شامزئیؒ

سرگردہ سرفروشاں شامزئی تاجدار بزم خوباں شامزئی
اللہ اللہ آں قتیل بے گناہ سرخئ خون شہیداں شامزئی
پرُ جمال و پرجلال و خوش خصال خوش مقال وشمع عرفاں شامزئی
ماہ تاباں مہر رخشانِ علوم رونق رنگِ بہاراں شامزئی
آں فقیہ عصر و آں شیخ الحدیث ماہر تفسیر قرآں شامزئی
بوذر و سلماں صفت فقرِ غیور ساقی ما میکساراں شامزئی
دردمند وصاحبِ دل باکمال جانِ جاناں جانِ جاناں شامزئی
فخرِ اقلیم سیادت مرحبا فخرِ قرآن فخرِ ایماں شامزئی
نازش ملک و وطن اعزازِ دیں افتخار قوم افغاں شامزئی
نازنینے باخرام ناز رفت جانب گور غریباں شامزئی
کم سخن ھم باوفا مردِ خلیق گل بدن ہم گل بداماں شامزئی
باعث آبادیِ صحن چمن زینت حسن گلستاں شامزئی
مرجع و ماوائے طلاب علوم پیر ماتشنہ لباناں شامزئی
جامع منقول ہم معقول بود یک زعیم فقہ نعماں شامزئی
آہ فانی شد خموش آں شمعِ دیں رفت سوئے بزم یاراں شامزئی

مدیر کے قلم سے

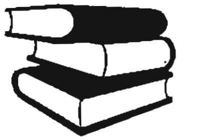

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: اوجز المسالک الی موطا امام مالکؒ (نیا ایڈیشن) تالیف: الامام محدث محمد زکریا الکاندھلوی المدنی

تخریج وتعلیق وتحقیق: الاستاد الدکتور شیخ الحدیث تقی الدین ندوی مدظلہ العالی ضخامت: ۱۸ مجلدات

الناشر: مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی للبحوث والدراسات الاسلامیۃ مظفر پور اعظم گڑھ یوپی انڈیا۔

الحمد للہ علماء دیوبند نے ہر محاذ اور ہر مقام پر ایسے شاندار کارنامے سرانجام دیئے ہیں جن کی نظیر دوسری جگہ مشکل سے ملے گی۔ یہ چاہے درس وتدریس کا میدان ہو یا عملی جہاد' میدان کارزار ہو یا تصنیف وتالیف کی جولان گاہ دعوت وتبلیغ کا شعبہ ہو یا اصلاح وتزکیہ نفوس کی خانقاہ' سیاست کی پرخار وادی ہو یا حکومت وریاست کے معاملات۔ الغرض ہر جگہ علماء دیوبند اور علمائے ہند نے ہر محاذ پر کامیابی اور سرفرازی کے علم لہرادیئے ہیں۔ آج اسی لئے دنیا حیران اور انگشت بدنداں ہے اور انہی عوامل کی بناء پر اہل مغرب' امریکہ دینی مدارس علماء اور اسلامی تحقیقی اداروں کے درپے آزار ہوگئے ہیں' اور ان پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی ہے کہ اسلام کی سرفرازی اور اس کی پائیداری کا راز انہی بوریانشین علماء اور ٹوٹے پھوٹے مدارس کی تہہ میں پنہاں ہے۔ لیکن الحمد للہ علمائے حق اپنے اپنے شعبوں میں مصروف کار ہیں اور ہر محاذ پر اسلام دشمن قوتوں کا مقابلہ کررہے ہیں' اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین امینی مدظلہ کی ہشت پہلو شخصیت ہیں۔ آپ کی ذات کسی تعارف اور تعریف کی مرہون منت نہیں' درجنوں اعلیٰ علمی اور تحقیقی کتابیں آپ کے قلم معجز رقم سے نکلی ہیں۔ اور علمی دنیا سے خراج تحسین پاچکی ہیں' آپ ہندوستان میں ایک بہت بڑے علمی اور تحقیقی ادارے ''مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی للبحوث والدراسات الاسلامیۃ مظفر پور اعظم گڑھ'' کے روح رواں بھی ہیں اور کئی عشروں سے عرب امارات میں وہاں کی اہم یونیورسٹی میں مسند حدیث پر فائز ہیں' اور یہ اہل ہند اور برصغیر کیلئے فخر کی بات ہے کہ عرب علماء' طلباء آپکی شخصیت سے مستفید ہورہے ہیں۔ پورے عالم عرب نے آپکی باکمال شخصیت کا اعتراف کیا ہے۔ یوں تو آپکے ماضی کے متعدد علمی کارناموں پر ہمیشہ اہل علم اور اہل ادب آپکے مرہون احسان رہیں گے لیکن اب کے آپ نے ایسا تاریخی معرکۃ الاراء کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ اہل اسلام اور خصوصاً احادیث مبارکہ سے شغف رکھنے والے حضرات اور طالب علم آپکے اس کارنامے کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ آپ نے تن تنہا اتنا بڑا مشکل مرحلہ سر کیا ہے کہ بلا مبالغہ کئی علمی ادارے اور تحقیقی اکیڈیمیاں اس کام کو ہاتھ ڈالتی تو تب بھی یہ کام مشکل تھا اور اتنے سلیقے سے پھر بھی پایۂ تکمیل تک نہ پہنچتا۔ آپ نے امام دارالھجرہ حضرت امام مالکؒ کی مشہور زمانہ حدیث کی کتاب موطا امام مالکؒ کی شرح اوجز المسالک الی موطا امام مالکؒ پر تحقیق' تعلیق' تحشیہ' تخریج ومراجعت' تصحیح املا اور تدوین وترتیب کا محیر العقول کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ کئی جلدوں میں یہ عظیم کتاب جو تقریباً گیارہ ہزار ایک سو باسٹھ صفحات پر مشتمل ہے' کا احاطہ کرنا پھر اسکی خصوصیات' امتیازات اور سابقہ ایڈیشن کے ساتھ تقابل کرنا کارے دارد۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت

اور اپنی استقامت کی وجہ سے آپ اس معرکے میں سرخرو ہوئے۔

حضرت امام مالکؒ جن کو امام دارالھجرہ کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے' ان کی مدون کردہ احادیث کا مجموعہ موطا امام مالک جو کہ بقول حضرت الامام شاہ ولی اللہ الدھلوی صحیح ترین مستند ترین اور کامل ترین مجموعہ ہے اور اس طرح یہ متبرک مجموعہ بے شمار امتیازات وخصوصیات کا حامل ہے۔ جس کیلئے ایک مستقل مقالہ بلکہ ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے' یہاں پر ہمارا مطمع نظر اس مشہور زمانہ کتاب کی شرح اوجز المسالک کی طباعت جدیدہ تبصرہ مقصود ہے۔ یہ شرح ریحانۃ الہند برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ نے بڑی عرقریزی اور جانفشانی سے تالیف فرمائی ہے۔ گوکہ اس مہتم بالشان کتاب پر قدیماً وحدیثاً بہت سی شروح مجملاً ومفصلاً لکھی گئی ہیں' لیکن جس شرح و بسط اور تحقیق وتدقیق اور تعمق نظر کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اس کی شرح تالیف فرمائی۔ یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے لطف خاص کا مظہر ہے اور چھ ضخیم جلدوں میں علمی دنیا کو ایک ایسا لاجواب تحفہ عطا کیا جسکی قدر و قیمت کا اندازہ کرنا نہ صرف مستبعد بلکہ محال ہے۔ حضرت الشیخ کی محنت شاقہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے ربع صدی سے زیادہ عرصہ یعنی تیس سال میں اس معرکۃ الآراء شرح کی تکمیل کی اور حق یہ ہے کہ تحقیق وجستجو کا حق ادا کردیا ہے اور اختلافی مسائل میں اعتدال وتوازن کا دامن کہیں بھی آپ سے نہیں چھوٹا۔ کتاب کی ابتداء میں حضرت قدس سرہ کا مبسوط اور پرمغز مقدمہ ہے جو کہ بجائے خود خاصے کی چیز ہے' حسن اتفاق یہ ہے کہ اصل کتاب کے مدون امام دارالھجرہؒ ہیں۔ جبکہ اس کے شارح حضرت الشیخ قدس سرہ نے اسی دارالھجرہ میں اس کی مبسوط شرح تحریر کرنے کی ابتداء کی تھی۔ جب یہ عظیم الشان کتاب طبع ہوکر منصۂ شہود پر آئی' تو عرب وعجم میں اس کی زبردست پذیرائی ہوئی۔ اور ایک عالم اس کی توصیف وتعریف میں رطب اللسان رہا' یہاں پر ہم فقہ مالکیہ کے مشہور مفتی سید علوی مالکی کے اعتراف کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ انہوں نے حضرت الشیخؒ کی تحقیق کو یوں خراج تحسین پیش کیا' اگر شیخ زکریا مقدمہ میں اپنے کو حنفی نہ لکھتے تو میں کسی کے کہنے سے بھی ان کو حنفی نہیں مانتا' میں ان کو مالکی بتاتا۔ اس لئے کہ اوجز المسالک میں مالکیہ کے جزئیات اتنی کثرت سے ہیں کہ خود ہمیں اپنی کتابوں میں ان کی تلاش میں دیر لگتی۔ چنانچہ زیر تبصرہ کتاب کی جدید اشاعت کے مقدمے میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں۔ فان کتاب اوجز المسالک الی موطا امام مالک لشیخ المحدثین فی العصر الحدیث وبقیۃ السلف العلامہ الشیخ محمد زکریا الکاندھلوی المدنی المتوفی فی المدینہ المنورہ۔ من الکتب المستفیضۃ فی شرح الموطا الذی یجدربان یعتبر موسوعۃ فی علم الحدیث ومذھب الامام مالکؒ (۵/۱) اوجز المسالک کی اسی عبقریت ومقبولیت کو دیکھ کر متحدہ عرب امارات کے فرمانروا شیخ زاید بن سلطان آل نہیان کی بھرپور توجہ ومساعدت سے متحدہ عرب امارت کے رئیس القضاۃ اور فقہ مالکی کے مشہور ونامور عالم شیخ احمد عبدالعزیز بن مبارک نے اسکی جدید طباعت کا اہتمام کیا' قاہرہ اور بیروت سے اسکا نیا ایڈیشن پندرہ دیدہ زیب جلدوں میں طبع ہوا۔ بعدازاں وقتاً فوقتاً اسکی اشاعتیں ہوتی رہیں تا آنکہ

پندرہ مجلات کا آخری ایڈیشن ۱۹۹۹ء میں طبع ہوا...... بہت ہی خوش بختی کی بات ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب الندوی مدظلہ جو کہ حضرت الشیخ کے قابل صد افتخار تلمیذ ہیں' نے اس پر مزید کام کرنے کا مشکل ترین بیڑہ اٹھایا۔ اپنی اس محنت شاقہ اور کوشش میں وہ کہاں تک کامیاب ہوتے ہیں۔ اسکا اندازہ ہم جیسے طفلانِ مکتب نہیں لگا سکتے۔ بلکہ جن عبقری شخصیات نے اس پر تقاریظ تحریر کی ہیں اور مقدمہ لکھا ہے' ان کی شہادتیں کافی ہیں' جدید اشاعت ۱۸ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اسکی آخری جلد میں حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی تحریر فرماتے ہیں۔ استطاع فضیلة الدکتور الشیخ تقی الدین الندوی انجاز عمله من اخراج الکتاب فی' حسن صورة و اکملها بعد مابزل جهدا مضیاً وعکوفا طویل مع العمل فاستحق بذالک تقدیر العلماء و المشتغلین بعلوم السنة الشریفة و استحق تقدیرهم وسیکون جزاء هم عندالله اوفی واکثر۔

کتاب کی امتیازی خصوصیات: حضرت شیخ الحدیثؒ کی یہ تالیف کئی خصوصیات اور امتیازات کی حامل ہے:

(۱) اس کتاب میں حدیث کی تشریح وتفصیل کے علاوہ ہر حدیث کو سند اور متن دونوں کے ساتھ مذکورہ ہیں اس میں ہر ہر لفظ کی ایسی تشریح کی گئی ہے جن کا سمجھنا ہر ناظر کیلئے آسان ہو گیا ہے۔ (۲) آپؒ نے مؤطا میں حدیث کے ذکر شدہ الفاظ کے علاوہ امہات کتب حدیث میں جو دوسرے الفاظ ذکر ہوئے ہیں' ان کی طرف تنبیہ فرمائی ہے' اور ان الفاظ کی تشریح بھی کی ہے۔ (۳) کتاب میں اسماء الرجال پر منقح کلام کیا ہے' اور رواۃ کی جرح وتعدیل ذکر کر کے ناظر پر اس حدیث کا درجہ واضح کر دیا ہے۔ (۴) تمام مسائل خلافیہ میں مذاہب اربعہ کے اقوال ان کے معتمد کتابوں سے ذکر کئے ہیں' بلکہ ہر مذہب میں جو مختلف اقوال ان کی کتابوں میں موجود ہیں ان کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔ (۵) اگر چہ بسا اوقات مذاہب کے ادلہ کو استقصاء ذکر کئے ہیں لیکن کبھی کبھار کبھی موضع اور مقام کے مطابق تلخیص پر اکتفا کیا ہے۔ (۶) گویا یہ موطا اسی کی شرح ہے جس میں حدیث' فقہ' لغت سب موجود ہیں اور اول سے لیکر آخر تک ایک ہی طرز پر اول کتاب سے اختتام کتاب تک واضح اور جامع ومانع شرح ہے' جس میں نہ زیادہ ایجاز ہے اور نہ زیادہ اطناب گویا یہ ایک جامع الصفات شرح ہے' جسکی ہر صاحب علم کو ضرورت ہے اور ہر کتبخانے کی زینت ہے۔ عالم اسلام کے تمام دینی معاہد و مدارس جنکی لائبریریوں میں اس اہم کتاب کی موجودگی ازحد ضروری ہے' تاکہ متخصصین اور تحقیق و مراجعت کرنے والے حضرات کے علاوہ اساتذہ حدیث وفقہ اس سے یکساں طور پر مستفید ہوں۔ اراکین ادارہ مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی صاحب مدظلہ کو اس عظیم کاوش ومحنت پر صد ہا مبارکباد پیش کرتے ہیں اور جن حضرات نے مؤلف کیساتھ اس تحقیق میں حصہ لیا انکے رفع درجات کیلئے دعا گو ہے۔ فجزاهم الله عنا وعن جمیع المسلمین۔

کتاب: فضائل العلم والعلماء مصنف: مولانا قاری سید صدیق احمد صاحبؒ۔ ضخامت: ۱۰۴ صفحات
قیمت: ۔/۴۱ روپے ناشر: مجلس نشریات اسلام' ناظم آباد منشن کراچی

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کا شمار برصغیر کے کبار مشائخ اور علماء میں ہوتا ہے‘ انہوں نے مختلف موضوعات پر بغرض اصلاح کئی اہم اور مفید کتابیں لکھی ہیں‘ جن سے ایک عالم استفادہ کررہا ہے‘ زیرتبصرہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے‘ جس میں آپ نے علم وعلماء کے اوصاف ان کی ضرورت وفضیلت آخرت میں ان کا مقام اور علم دین کی اشاعت میں اہل علم کی قربانیاں بیان کرتے ہوئے بافیض علماء کی علامتوں کی تفصیلی نشاندہی کے ساتھ آخرت میں ان عیوب واخلاق رزیلہ کی بھی وضاحت کی ہے جن سے ایک عالم کو بچنا چاہیئے‘ کتاب مختصر ہونے باوجود انتہائی مفید اور معلومات افزاء ہے‘ علمی طبقہ بالخصوص طلباء اور علماء کے لئے اس کا مطالعہ ازمفید ہے خطباء اور مقررین حضرات کے لئے بھی اس بہترین مواد موجود ہے تاکہ عوام تک علم اور علماء کے فضائل پہنچ سکیں۔

کتاب: آئینہ کردار مصنف: ڈاکٹر زاہد منیر عامر قیمت: ۸۰ روپے

ناشر: شیخ زاید اسلامک سنٹر پنجاب یونیورسٹی لاہور

زیرتبصرہ کتاب محترم زاہد منیر عامر کی ایک معلومات آفرین تالیف ہے جوکہ فلسفہ اخلاق سے متعلق ہے۔ یہ دوابواب پر مشتمل ہے‘ باب اول میں اخلاق اور سرگزشت اخلاق کے زیرعنوان طویل مضمون ہے جوکہ صفحہ ۱۹ سے صفحہ ۵۴ تک پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ باب دوم میں چند کرداری مباحث ہیں۔ اسکے تحت دس عنوانات اور موضوعات پر مشتمل مضامین ہیں۔ جن میں سے ہرایک کی اہمیت مسلم ہے۔ اس مختصر کتاب پر ڈاکٹر جمیلہ شوکت ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سنٹر پنجاب یونیورسٹی لاہور نے جو مختصر مگر جامع دیباچہ تحریر کیا ہے۔ اسکا اقتباس اس کتاب پر تبصرہ کیلئے کافی ہے۔

”عزیز گرامی ڈاکٹر زاہد منیر عامر قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے ایک ایسے دور میں جبکہ اعلیٰ اخلاقی تصورات دھندلا رہے ہیں اور تصنیف وتالیف کا عمل بھی منفعت بخش موضوعات کا شکار ہورہا ہے‘ اعلیٰ اخلاقی موضوعات پر غور وفکر کیا ہے اور اس غور وفکر کے نتائج دنیا کے سامنے پیش کررہے ہیں یوں تو عوام ڈاکٹر زاہد منیر عامر کو ٹیلی ویژن کے ایک معروف میزبان اور مقرر کی حیثیت سے جانتے ہیں اور مشغلے کے اعتبار سے وہ پنجاب یونیورسٹی میں ادبیات کے استاد ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ محض ایک مقرر یا معلم نہیں بلکہ ایک سنجیدہ فکر محقق اور دانشور بھی ہیں اور متعدد علمی موضوعات پر انکی تحقیقات شائع ہوکر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں اسکے ساتھ وہ ایک خوش فکر شاعر اور دوتین شعری مجموعوں کے خالق بھی ہیں انکے شاعرانہ میلان کا اظہار اخلاقی موضوعات پر لکھی ہوئی انکی زیرنظر کتاب سے بھی ہوتا ہے جسمیں انہوں نے دینی واخلاقی مباحث میں نہایت خوبصورتی سے اردو اور فارسی کے اشعار استعمال کئے ہیں۔...... کتاب ظاہری معنوی خوبیوں کا مرقع ہے‘ اخلاقی موضوعات پر کام کرنے والے حضرات اور ادب شناس واہل علم ڈاکٹر صاحب کی اس کاوش کی قدر افزائی کریں گے۔ ایسی خوبصورت کتاب ہر لائبریری اور ہر گھر کی زینت بننے کے قابل ہے۔ توقع ہے کہ عامر صاحب اپنی ان تحقیقی کاوشوں کا تسلسل اسی طرح رواں دواں رکھیں گے‘ تاکہ ایک دنیا آپ کے پاکیزہ افکار سے مستفید اور مستنیر ہو۔

سیرۃ و تاریخ پر دارالاشاعت اردو بازار کراچی کی مطبوعہ مستند کتب

امپورٹڈ کاغذ کمپیوٹر ۲ رنگہ طباعت مع رنگین تصاویر

سیرۃ النبی ﷺ

۷ حصص در ۳ جلد

آنحضرت ﷺ کی سب سے بڑی مکمل اور مستند و مقبول عام سوانح حیات

تالیف: مولانا شبلی نعمانی / سید سلیمان ندوی

سیرت طیبہ پر مستند ترین کتاب، رنگین نایاب تصاویر و نقشہ جات سے مزین، شایان شان انداز سے پہلی بار

امپورٹڈ کاغذ۔ کمپیوٹر کتابت اعلیٰ طباعت۔ حسین و پائیدار جلد

مناسب قیمت =/1215

مع اضافہ آخری ۲ حصے یعنی النہایۃ للبدایۃ پہلی بار مکمل سیٹ

تاریخ ابن کثیر

۱۶ حصص در ۸ جلد کامل

مصنف: حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل ابن کثیر

ترجمہ و تحقیق: ابوطلحہ محمد اصغر مغل (فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی)

مع اضافہ آخری ۲ حصے، پہلی بار مکمل سیٹ جدید مکمل آسان ترجمہ ایک عالم کے قلم سے اردو ۱۶ حصص کامل البدایۃ والنہایۃ اور النہایۃ للبدایۃ کا مکمل ترجمہ

اعلیٰ کاغذ۔ کمپیوٹر کتابت۔ اعلیٰ طباعت حسین و پائیدار جلد

مناسب قیمت =/2775

انبیاء کرام کے بعد دنیا کے مقدس ترین انسانوں کی سرگزشت حیات

سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم

۱۵ حصص در ۹ جلد کامل

کمپیوٹر کمپوزنگ

الحاج مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم

مولانا سعید انصاری صاحب مرحوم

مولانا عبدالسلام ندوی

مولانا حافظ مجیب اللہ ندوی

اعلیٰ امپورٹڈ کاغذ و طباعت حسین پائیدار جلدیں

مناسب قیمت =/1245

اسلامی تاریخ کا مستند اور بنیادی ماخذ

اردو ترجمہ، مع تسہیل، تکمیل، عنوانات وحواشی

تاریخ ابن خلدون

۱۶ حصص در ۸ جلد کامل

تصنیف: علامہ عبدالرحمن ابن خلدون

اسلامی تاریخ کی نہایت محققانہ اور مستند تصنیف جس کے بغیر کوئی لائبریری مکمل نہیں نہایت آسان اردو ترجمہ، ضرورت کے مطابق عنوانات کا اضافہ، تحقیقی حواشی، تکمیل و تسہیل ترجمہ کمپیوٹر کتابت سے آراستہ پاکستانی سفید کاغذ خوبصورت جلدیں نہایت مناسب قیمت پر دستیاب ہے۔

مقدمہ ابن خلدون علیحدہ بھی دستیاب ہے

مناسب قیمت مکمل سیٹ =/2850

مظاہر حق جدید نہایت اعلیٰ قسم طبع بیروت نٹ قیمت =/2250

معارف الحدیث نہایت اعلیٰ قسم طبع بیروت نٹ قیمت =/900

قرآن پاک و اسلامی مطبوعات اور بیروت سے درآمد شدہ عربی کتب کا نیا اور بڑا ذخیرہ بھی مناسب نرخوں پر دستیاب ہے

ناشر: دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی ۱ پاکستان فون: 021-2213768, 2631861

E-mail: ishaat@cyber.net.pk, ishaat@pk.netsolir.com

القاسم اکیڈمی کی عظیم تاریخی اور انقلابی پیشکش

اکیسویں صدی کی پہلی جنگ

معرکہ صلیب وطالبان

صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام

طالبان افغانستان کے تناظر میں

جہادِ افغانستان، تحریکِ طالبان، ملا محمد عمر، اسامہ بن لادن، جہاد اور دہشت گردی، نظامِ شریعت سے مغرب کا بے جا خوف، دینی مدارس بالخصوص دار العلوم حقانیہ، اسلام کے بارے میں مغرب کی لاعلمی اور غلط فہمیاں، امریکی اور مغربی دنیا کے عزائم اور مسلم امۃ پر جارحانہ یلغار، سقوط بغداد مسئلہ فلسطین وکشمیر اور پاکستان کی ایٹمی صلاحیت جیسے اہم وحساس وقومی وبین الاقوامی موضوعات کے تناظر میں عالمی اور مغربی میڈیا سے مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا دوٹوک مکالمہ

انٹرویوز

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

صفحات 520

قیمت 240

مرتب

مولانا عبدالقیوم حقانی

معاون

مولانا عرفان الحق حقانی

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ خالق آباد ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

Adarts-HRA-4/2003